PARHLO PAKISTAN

اب آپ ہر قسم کے ناول ہماری ویب سائٹ سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہماری ویب سائٹ ناولز راہٹرز کے لئے آفر بھی دیتی ہے۔اگر آپ لکھنے کے شائق ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔آپ کے ناولز کے کے علاوہ ناول کے بہترین ہونے پر آپ کو کیش پرائز بھی دیں گے

ابھی اپنا ناول EMAIL کریں اور اپنے لکھاری ہونے کا فائدہ اٹھائیں۔

WHATSAPP GROUP : 0318-9992829

PARHLO.COM.PK@GMAIL.COM

دستورِ وفا

مریم عزیز

مکمل ناول

دیکھ رہا تھا جہاں سب کتنی خوشی سے کھانا کھا رہے تھے اس کی آنکھ میں آنسو جمع ہونے لگے۔
"کیا اس نے غلط کیا کیا وہ معصوم لڑکی اس فیملی کا حصہ نہیں کیا اس کا حق نہیں کہ وہ سب رشتوں کو جیے، کیا غلط کہا اس نے۔ اتنی نفرت۔" اس نے بے ساختہ دونوں ہاتھوں کو آنکھوں پر رکھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کے گھر والے کبھی انابیہ کو قبول نہیں کریں گے۔" یہی وہ بات تھی

اس کی مسلسل حمایت وہاں سب لوگوں کو بے حد بری لگ رہی تھی۔
"چلیں مان لیا آپ اسے اس گھر کی بیٹی نہیں مانتے تو اس کا دوسرا رشتہ بھی ہے اس گھر سے۔ اس بارے میں کیا خیال ہے آپ کا۔"
اس نے طالب کو دیکھنے کے بعد ماں کو دیکھا تو ایک اور تھپڑ اس کے گال پر پڑا تھا۔ لیکن وہ ویسے ہی سخت چہرہ کیے ان سے جواب کا طالب گار تھا۔
"ہم اس رشتے کو نہیں مانتے، تین لفظوں کی مار ہے وہ رشتہ۔ حذیفہ اس سے اس گھر کا ہر فرد اتنی نفرت کرتا ہے اور خاص طور پر میں، اگر کبھی غلطی سے وہ میرے سامنے آئی تو زندگی حرام کر دوں گا یا اپنے ہاتھ سے اس کا گلا دبا دوں گا۔"
حذیفہ جو کب سے سب کے سامنے ڈٹا تھا طالب کی بات پر اس نے افسوس سے اسے دیکھا۔ اس کے سامنے بار بار انابیہ کا چہرہ آ رہا تھا وہ اسے نہیں ہار سکتا تھا۔
"آپ لوگ شاید اللہ کا خوف بھول گئے ہیں۔ لیکن مجھے اللہ بھی یاد ہے اور اپنے بڑوں کا کیا گیا فیصلہ بھی، میں اس کو ڈھونڈ کے لاؤں گا۔ آگے آپ لوگوں کی مرضی۔" وہ کہہ کر اٹھا۔
تب ہی کلثوم اس کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔
"جس دن وہ اس گھر میں آئی۔ حذیفہ اس دن سمجھنا تو مر گیا میرے لیے۔"
"ممی!" اتنے شدید ردعمل پر وہ حق دق رہ گیا۔
"میں ختم کر لوں گی خود کو۔" کہنے کے ساتھ انہوں نے متلاشی نظروں سے ڈائننگ ٹیبل پر دیکھا اور ایک جھٹکے میں آگے بڑھ کر چھری اٹھا لی۔ حذیفہ کے ساتھ طالب اور قاسم بھی تیزی سے ان کی طرف بڑھے۔
"چھوڑو مجھے۔" وہ پورا زور لگا کر خود کو چھڑا رہی تھیں ان کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا جبکہ جسم طیش کی زیادتی سے کپکپا رہا تھا۔
"چھوٹی مما کیا کر رہی ہیں چھوڑیں۔" طالب نے ایک ہاتھ سے انہیں قابو کرنے کے بعد دوسرے ہاتھ سے چھری نکال لی۔
"اس سے کہو، مجھے ہاتھ نہ لگائے۔"
کلثوم کے کہنے پر طالب نے اسے زور سے دھکا دیا تھا وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا تھا۔ سب کی آنکھوں میں اس کے لیے غصہ اور ناراضی تھی۔
اگلے ہی پل کلثوم طالب کی بانہوں میں جھول گئی تھیں۔
"چھوٹی مما!" طالب نے پریشان ہو کر ان کا چہرہ تھپتھپایا شمسہ اور رخسانہ تیزی سے آگے بڑھے قاسم نے ان کا بازو تھام کر نبض دیکھی جو بہت ہلکی چل رہی تھی۔
"گاڑی نکالو۔" طالب نے چیخ کر قاسم سے کہا اور خود کلثوم کو بازوؤں میں اٹھا کر باہر کی طرف بھاگا اور اس کے پیچھے سب بھاگے تھے اب باہر سے گاڑیوں کے اسٹارٹ ہونے کی آوازیں آ رہی تھیں جبکہ وہ وہیں ساکت کھڑا ڈائننگ روم کو

جو سعید صاحب نے اسے سمجھانی چاہی تھی۔ شاید عفت گل کو بھی ایسی نفرت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ تب ہی وہ دوبارہ اپنی بیٹی لے کر اس دہلیز پر نہیں آئیں۔ تو کیا سعید صاحب کی بات مان کر اسے پیچھے ہٹ جانا چاہیے۔

اس نے بہتی آنکھوں سے ہاتھ ہٹالیا۔

اور جو وہ انابیہ سے کہہ کر آیا تھا۔ وہ اس کا انتظار کرے وہ اسے اس کی فیملی سے ملوائے گا اور جب وہ اپنے شوہر کے بارے میں پوچھے گی۔

حذیفہ مرد ہو کر رو پڑا تھا۔ اسے اندازہ ہو رہا تھا وہ ہار گیا ہے۔ وہ وعدہ خلاف بن گیا تھا وہ کبھی انابیہ کو اس کا حق نہیں دلوا سکے گا۔ اور نہ کبھی اسے اس کے رشتوں سے ملوا سکے گا۔

☆☆☆

نماز پڑھنے کے بعد اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو بے اختیار اس کی آنکھ سے آنسو بہہ نکلے تھے۔ لیکن یہ آنسو دکھ کے نہیں تشکر کے تھے۔ اس کے اللہ نے اسے ناامید نہیں کیا تھا۔ حذیفہ کی شکل میں اللہ نے امید کی کرن اسے دکھائی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا شوہر اس کے بارے میں کیا سوچتا ہے۔ وہ اس رشتے کو مانتا بھی ہے یا نہیں۔ لیکن وہ اپنے محرم کی محبت میں گرفتار تھی۔ اس نے نہ کبھی اسے دیکھا تھا نہ سنا تھا۔ نہ وہ اس کے بارے میں کچھ جانتی تھی۔ سوائے اس کے کہ وہی اس کا سب کچھ ہے۔

اب اچانک حذیفہ کا ملنا اور بابا کو اسے لے کر اتنا اعتماد، اور اب حذیفہ کا یہ کہنا کہ وہ اس کی فیملی کو جانتا ہے تو اس کا مطلب تھا کہ بابا بھی جانتے تھے کہ حذیفہ اس کی فیملی کو جانتا ہے تو پھر بابا نے کیوں کہا کہ وہ اسے اپنانا نہیں چاہتے اس کے دل میں بہت سے سوال تھے لیکن وہ کوئی بھی سوال کر کے ان کا دل نہیں دکھانا چاہتی تھی۔ اسے حذیفہ کا انتظار تھا۔

وہ چہرے پر ہاتھ پھیر کر جائے نماز تہہ کر کے کھڑی ہوئی۔ تب ہی نیچے سے زور زور سے بولنے کی آوازیں آنے لگیں۔ پریشانی کے مارے وہ وہیں سہم کر رک گئی کیونکہ سب سے نمایاں اور اونچی آواز غفران کی تھی۔ ابھی وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی جب سیڑھیوں پر تیز تیز قدموں کی آواز کی آئی تھی تو اس نے گھبرا کر مڑنا چاہا لیکن تب تک فوزیہ اور غفران اوپر پہنچ چکے تھے۔ ڈر کے مارے وہ وہیں منجمد ہو کر رہ گئی وہ چلتے ہوئے بالکل اس کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے جبکہ وہ سہمی نظروں سے ان کے پتھریلے تاثر والے چہرے دیکھ رہی تھی۔ "چلو نیچے۔" فوزیہ کے کہنے پر وہ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

"بابا کہاں ہیں؟" وہ بمشکل بولی۔

"وہ بھی نیچے ہیں تم بھی چلو۔" اب فوزیہ نے اسے بازو سے تھاما اس کی گرفت سخت تھی۔

"یہ اسے اڑھا دو۔" غفران نے ہاتھ پکڑا لال کا مدار دوپٹا فوزیہ کی طرف اچھالا۔ وہ دوپٹا دیکھ کر انابیہ کی چھٹی حس نے خطرے کا اشارہ دیا تھا۔ "نیچے کیوں جانا ہے۔" اس نے پوچھتے کے ساتھ اپنا بازو بھی چھڑوانے کی کوشش کی تھی۔

"نکاح ہے تمہارا غفران کے ساتھ۔" فوزیہ نے کہنے کے ساتھ نماز کے اسٹائل میں لیا دوپٹا اس کے سر سے اتارا تو وہ تڑپ کر اس کی گرفت سے نکلی اس کا رخ اپنے کمرے کی طرف تھا لیکن اس سے پہلے غفران نے اسے بازو سے پکڑ کر روک لیا تھا۔

"چھوڑیں مجھے۔" وہ اب پورا زور لگا کر خود کو چھڑوا رہی تھی لیکن آگے سے بھی گرفت سخت تھی وہ اب اس کو سیڑھیوں کی طرف گھسیٹ رہا تھا۔

"اللہ کا واسطہ ہے آنٹی! روکیں انہیں۔" اس نے سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے آتی فوزیہ سے التجا کی تھی لیکن اس کی یہ حالت دیکھ کر انہیں سکون ملا رہا تھا۔

"پلیز مجھے چھوڑیں میں یہ نکاح نہیں کر سکتی۔" وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔

وہ اب کھنچتا ہوا اسے نیچے صحن میں لے آیا تھا۔ جہاں کافی لوگ جمع تھے ندا، شائنہ، شکیل صاحب، سعید صاحب ان کے دو دوست اور کچھ لوگ تھے جن کو وہ نہیں جانتی تھی۔

"بابا۔" اس نے سعید صاحب کو پکارا جو سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ان کو دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ کتنے بے بس ہیں۔ ان کے سر سے نکلتا خون اس کا خون منجمد کر گیا تھا۔ اس نے اسے پھینکنے کے انداز میں صوفے پر پھینکا تھا۔

"آصف! مولوی صاحب کو لے کر آؤ۔" اس نے دروازے کے قریب کھڑے آدمی کو کہا اس کے کہتے ہی وہ دروازے سے باہر نکل گیا۔

"خدا کے لیے رک جائیں بابا پلیز، روکیں انہیں۔" وہ اب اٹھ کر سعید صاحب کی بڑھنا چاہتی تھی لیکن غفران نے ایک بار پھر پکڑ کر اسے صوفے پر دھکا دیا۔

"اب کوئی مجھے نہیں روک سکتا تم نے اور تمہارے باپ نے جتنے ڈرامے کرنے تھے کر لیے اور جتنا مجھے لحاظ کرنا تھا کر لیا اب اور نہیں چپ چاپ مولوی کے سامنے ہاں کر دو ورنہ اب تک میں شرافت کی زبان بول رہا تھا مجھے مجبور نہ کرو کہ تمہاری عزت کی دھجیاں اڑا دوں۔"

اس کی اتنی سنگین دھمکی پر وہ بری طرح ڈر گئی تھی اس نے سہمی ہوئی نظروں سے سعید صاحب کی طرف دیکھا جو بے بسی اسے دیکھ رہے تھے کیونکہ ان کے پیچھے کھڑے آدمی کے ہاتھ میں گن تھی۔ وہ لڑکا ایک داڑھی والے آدمی کو لے کر اندر آیا تھا ان کے آتے ہی وہ اس کے ساتھ بیٹھا تو وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔

"میں نہیں کر سکتی یہ نکاح میرا نکاح ہو چکا ہے۔" اس کے چیخنے پر وہاں جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو۔" غفران جیسے آگ بگولا ہو کر اس کے سامنے آیا۔

"یہ اچانک تمہارا شوہر کہاں سے پیدا ہو گیا۔" غفران آنکھیں پھاڑے اسے دیکھا رہا تھا۔ "جھوٹ بول رہی ہے جان چھڑانے کے لیے اتنے سالوں سے یہاں کہے میں نے تو شادی نہیں دیکھی اس کی۔" فوزیہ نے جیسے اس کا مذاق اڑایا تھا۔ "میں جھوٹ نہیں بول رہی پلیز میرا یقین کریں میں شادی شدہ ہوں۔" وہ اب ہاتھ جوڑے غفران سے التجا کر رہی تھی۔ وہ کبھی اتنی ہمت نہ کرتی اگر حذیفہ اسے امید دلا کر نہ گیا ہوتا۔

"بابا پلیز بولیں نا۔" وہ اب سعید صاحب کی طرف مڑی تھی۔ "یہ سچ کہہ رہی ہے۔ اس کا نکاح بچپن میں ہو گیا تھا۔" سعید صاحب اب بول پڑے تھے۔ ایک بار سب پھر حیران ہوئے تھے۔

"غفران مجھے لگتا ہے وہ لڑکا جو آتا ہے وہی اس کا شوہر ہے۔" فوزیہ نے کچھ سوچ کر حذیفہ کا حوالہ دیا تھا۔ غفران کو لگا اس کا ضبط ختم ہو گیا ہے۔

"گھٹیا عورت اس معصوم چہرے کے نیچے کتنا مکروہ چہرہ چھپا رکھا ہے۔ ہونا گندہ خون ماں والی حرکت کی نا۔" اس نے بھی شادی کسی سے کی اور تعلقات کسی اور سے رکھے۔ تم بھی اس کی بیٹی ہو۔ میری غلطی ہے۔ جو تمہاری شرافت کی ایکٹنگ دیکھ کر تمہیں نیک سمجھ بیٹھا تھا۔"

وہ اس وقت بے بسی کی انتہا پر تھی وہ پوری کوشش کر کے خود کو اس سے چھڑوا رہی تھی۔

"غفران! چھوڑو اسے۔" شکیل صاحب نے آگے بڑھ کر اسے پیچھے کرنے کی کوشش کی تو اس نے غصے سے شکیل کو دھکا دیا اور انابیہ کو کھینچتا ہوا اندر کی طرف لے جانے لگا۔

"بابا!" وہ چیخی تو سعید صاحب بھاگتے ہوئے غفران کے قدموں سے لپٹ گئے۔ "چھوڑو دو اسے غفران وہ معصوم ہے اس کا کوئی قصور نہیں میرا قصور ہے مجھے تمہیں پہلے بتا دینا چاہیے تھا۔"

لیکن اس نے اپنی ٹانگ چھڑا کر انہیں اسی ٹانگ سے دھکا دیا تھا انابیہ خود کو چھڑانے کے لیے بری طرح چیخ رہی تھی۔ تب ہی دروازے میں

کھڑی عورت اور اس کے پیچھے دو آدمیوں کو دیکھ کر تماش بین ہجوم کی نظر وہاں ٹھہر گئی۔

''غفران! اس کی پکار پر جانور بنے غفران کو جیسے جھٹکا لگا تھا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور جیسے بت بن گیا انابیہ کے بالوں پر اس کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہوتے ختم ہو گئی تھی۔

''شہلا!'' اس کے منہ سے سرگوشی کے انداز میں نکلا۔ خود کو آزاد دیکھ وہ بھاگتی ہوئی زمین پر گرے سعید صاحب سے لپٹ گئی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے۔'' وہ اب ماتھے پر بل ڈالے، لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ فوزیہ کو دیکھ کر وہ پہچان چکی تھی، وہ غفران کی بہن ہے، اس نے نیچے بلکتی لڑکی اور روتے بوڑھے آدمی کو دیکھا اور پھر غفران کو جس کا رنگ مکمل طور پر اڑ چکا تھا۔

''کیا کر رہے تھے تم، کیوں اس لڑکی کو مار رہے تھے۔'' وہ غصے سے غفران کی طرف بڑھی۔

''کچھ نہیں بے بی، ایسی کوئی بات نہیں۔'' وہ تھوک نگل کر بولا۔

''کیا ہو رہا تھا یہاں!'' اس نے دوسری طرف کھڑے آدمی سے پوچھا۔ جو شاید محلے کا تھا۔ ''شادی۔''

''شادی'' وہ جیسے اچھل پڑی۔

''کوئی نہیں۔'' غفران تیزی سے آگے بڑھا شہلا نے انگلی اٹھا کر اسے بولنے سے روکا۔

''کس کی شادی؟''

''غفران بھائی کی اس کے ساتھ۔'' اس نے انگلی سے روتی ہوئی انابیہ کی طرف اشارہ کیا تو اس نے اس لڑکی کو دیکھا وہ وہی تصویر والی لڑکی تھی، جو اس نے موبائل میں دیکھی تھی۔ اس نے قہر آلود نگاہ غفران پر ڈالی۔

''جھوٹ ہے شہلا! یہ لڑکی تو پہلے سے شادی شدہ ہے۔ اس کا شوہر ملک سے باہر ہے جبکہ یہ کسی عاشق کے ساتھ بھاگ رہی تھی۔ میں تو صرف اس کو اندر بند کرنے لگا تھا۔''

وہ پل میں اتنی بڑی کہانی بنا گیا کہ سب کے ساتھ انابیہ بھی شاک کی کیفیت میں اسے دیکھنے لگی شہلا اس کا ساکت چہرہ دیکھ کر سمجھ گئی تھی۔ جھوٹ کون بول رہا ہے۔ شہلا نے بغور غفران کو دیکھا اور تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔ ''تمہاری بیوی میں ہوں تمہارے بچے کی ماں میں ہوں، میرے ہوتے ہوئے تمہاری اتنی ہمت کہ تم دوسری شادی کا سوچو، اپنی اوقات بھول گئے ہو، میرے بھائیوں کے ٹکڑوں پر پلتے ہو ایک سیکنڈ، ایک سیکنڈ اس نے چٹکی بجائی۔ ''لگے گا مجھے تمہیں مزہ چکھانے میں۔''

''شہلا میری بات سنو، تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں سچ بول رہا ہوں میں نے تمہارے علاوہ کسی کے بارے میں نہیں سوچا۔''

وہ روہانسا ہو کر اپنی صفائی دے رہا تھا حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ فرعون بنا تھا۔

''تمہاری بہن بھی اس گیم میں شامل تھی۔''

اب اس نے بھنویں سکیڑ کر فوزیہ کو گھورا تو وہ جو اچانک سچویشن بگڑ جانے پر ساکت تھی حواس باختہ ہو کر شہلا کی طرف بڑھیں۔

''شہلا میری رانی! میں کیوں ایسا کروں گی غفران صحیح کہہ رہا ہے یہ لڑکی ہے ہی کریکٹر لیس۔ یہی غفران کے پیچھے پڑی تھی۔''

''فوزیہ!'' شکیل صاحب اس بہتان پر غصے سے بولے۔

''آپ چپ رہیں۔'' وہ بدتمیزی سے انہیں ٹوک گئیں تو وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئے۔

''تمہیں تو میں دیکھ لوں گی۔'' شہلا دھمکی دے کر جس طرح آئی تھی، اسی طرح نکل گئی جبکہ غفران کتنی دیر ویسے کھڑا رہا۔

''نکلو یہاں سے تماشا لگا ہے کیا؟'' فوزیہ کے چیخنے پر سب باری باری بڑبڑاتے ہوئے نکل گئے تھے۔

''میں جا رہا ہوں [illegible] چھوڑ دوں گا۔ ایسا حشر کروں گا۔ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گی۔'' جاتے جاتے بھی وہ انابیہ کو دھمکی دینے سے باز نہیں آیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد ایسی خاموشی تھی جو کسی طوفان کے گزرنے کے بعد ہوتی ہے۔ سب اپنی اپنی جگہ مختلف باتیں سوچ رہے تھے صرف انابیہ اور سعید صاحب تھے جو ایک دوسرے کو تھامے رو رہے تھے۔

''یہ تمہارا بھائی تھا گھٹیا ذلیل آدمی۔'' شکیل صاحب کو آج پہلی بار غصہ آیا تھا۔

''شکیل صاحب! سوچ سمجھ کر بات کریں وہ میرا بھائی ہے۔'' شکیل صاحب نے ایک نظر رک کر فوزیہ کو دیکھا جو چہرے پر رعونت لیے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

انہوں نے ایک تھپڑ ان کے منہ پر جڑ دیا تھا۔ تھپڑ اتنا زور دار تھا کہ وہ لڑکھڑا کر دو قدم دور جا پڑی تھیں ندا اور شائنہ بھاگ کر ماں کے پاس آئی تھیں۔

فوزیہ نے گال پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے سامنے پتھریلا چہرہ لیے شکیل صاحب کو دیکھا۔

''گھٹیا بھائی کی گھٹیا بہن! آج تک میں ہمیشہ تمہاری بدتمیزی اور غلط حرکتوں پر چپ رہا صرف اس لیے کہ تم میری بیٹیوں کی ماں ہو لیکن آج تمہارے گھٹیا بھائی نے جو میرے باپ پر ہاتھ اٹھایا دل تو کر رہا ہے ابھی تمہیں طلاق دے کر اپنی زندگی سے دفع کر دوں اور میں ایسا ہی کروں گا۔ میں شکیل سعید اپنے پورے ہوش حواس میں۔''

''پاپا پلیز'' شائنہ اور ندا زور زور رونے لگی تھیں۔

''شکیل! نہیں بیٹا،'' سعید صاحب بمشکل بولے تھے۔

''یہ کیا تماشا لگایا تھا تم نے زبردستی کیسے کر سکتی ہو تم انابیہ کے ساتھ، شرم نہیں آئی تمہیں، دو بیٹیوں کی ماں ہو تمہیں ڈر نہیں لگا اللہ کے انصاف سے وہ

[illegible]

''ہاں میں مانتی ہوں میں غلط ہوں اس نے مجبوری میں شادی کی تھی۔ وہ عورت اچھی نہیں غفران اس کے ساتھ خوش نہیں اس نے کہا وہ انابیہ کو پسند کرتا ہے خوش رکھے گا۔ میں تو بس اس کی خوشی چاہتی تھی۔'' کہنے کے بعد وہ رونے لگیں۔

''رونے سے تم صحیح ثابت نہیں ہو جاؤ گی، جو غلط ہے وہ غلط ہے۔'' شکیل صاحب ان کے آنسو سے بالکل متاثر نہیں ہوئے تھے۔

''اپنے بابا اور انابیہ کے بارے میں کیا کہیں گے جنہوں نے شادی نہ کرنے کے لیے نئی کہانی بنائی کہ انابیہ کا نکاح ہو چکا ہے۔''

''اگر میرے بابا کہہ رہے ہیں کہ نکاح ہوا ہے تو ہوا ہے اور جہاں تک نہیں بتایا اس کے پیچھے بھی کوئی وجہ ہو گی۔ میں اب دوبارہ تمہارے بھائی کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا یہ تم یاد رکھنا اور اگر تم ملیں تو تم بھی دفع ہو جانا اس کے ساتھ۔''

وہ ابھی بات کر کے مڑے ہی تھے، جب انابیہ کے چیخنے کی آواز آئی۔ وہ سب اس کی طرف دیکھنے لگے جو سعید صاحب کا چہرہ تھپتھپا رہی تھی۔

''بابا بابا انکل! دیکھیں۔ بابا بول نہیں رہے۔'' شکیل صاحب تیزی سے سعید صاحب کی طرف متوجہ ہوئے۔

''ابا جی!'' انہوں نے زور سے انہیں آواز دی لیکن ان کی آنکھیں بند تھیں، وہ مدد کے لیے باہر بھاگے تھے۔

☆☆☆

وہ سوپ لیے کلثوم کے کمرے کی طرف بڑھیں لیکن کچھ قدم کے فاصلے پر رک گئیں وہ کمرے کے باہر کاریڈور کے سامنے رکھے صوفے پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔ دو گھنٹے پہلے جب وہ کمرے سے نکلی تھیں تب بھی وہ یہیں بیٹھا تھا۔ وہ گہرا سانس لے کر کمرے میں داخل ہو گئیں۔ کلثوم کو سوپ پینے کی تاکید کر کے وہ باہر نکل آئیں اور

خاموشی سے اس کے قریب جا کر بیٹھ گئیں۔ ان کے بیٹھنے پر اس نے چونک کر سر گھمایا اور انہیں بیٹھا دیکھ کر حیران ہوا۔

"ممی ٹھیک ہیں؟" پھر کسی خیال سے گھبرا کر پوچھا تو انہوں نے اس کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی۔

"ہاں وہ ٹھیک ہے۔" ان کے کہنے پر اس نے گہرا سانس لیا۔

"میں نہیں جانتی حذیفہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ اتنے سال بعد گڑے مردے اکھاڑنے کی تمہیں کیوں ضرورت پیش آئی۔ سب نہ سہی لیکن کافی حد تک تم تو تلخ حقیقت سے آگاہ تھے۔ ہم نے کبھی اس عورت کا یا اس کی بیٹی کا ذکر نہیں کیا اور نہ کرنا چاہتے ہیں۔" وہ قصہ تمہارے باپ اور تایا کے مرنے کے ساتھ ختم ہو گیا تھا۔ تم اس لڑکی کا اس گھر سے تعلق کا دعویٰ کر رہے ہو اسے تمکین کے برابر لا رہے ہو کیسے وہ اس گھر کی بیٹی ہو گئی۔"

حذیفہ نے ہونٹ بھینچ کر خود کو کچھ بھی کہنے سے روکا۔

"اور رہا دوسرا رشتہ ہم نہیں مانتے نہ ہم نے دیکھا اور نہ سنا وہ بھی ایک سنی سنائی بات ہے۔ جو تمہارے تایا نے جذبات میں آکر کر دی اور بتا دی۔ لیکن اس نکاح کی کوئی حیثیت نہیں اور ہو سکتا ہے اب تک اس کی ماں اس کی شادی کر چکی ہو کیونکہ اپنے مطلب اور پیسے کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتی ہے۔"

عفت گل کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں ان کا لہجہ کڑوا ہو گیا اس کی مسلسل خاموشی پر انہوں نے دوبارہ اس کی طرف دیکھا۔

حذیفہ! تم مجھے بہت پیارے ہو طالب اور تمکین سے زیادہ اور تم جانتے ہو ایسا ہی ہے۔

اپنی ماں کی محبت بھی جانتے ہو اس کی جان تم میں ہے، تم اپنی ماں کے احساسات نہیں سمجھو گے تو کون سمجھے گا، غلط فیصلہ کرنے والے چلے گئے اس دنیا سے، اب تم بچوں کو صحیح فیصلے کرنے ہیں۔ جو زندہ ہیں بیٹا ان کی قدر کرو، اور میں تم سے گزارش کر رہی ہوں۔"

"بڑی مما پلیز" حذیفہ بے چین ہو کر تیزی سے بولا۔

"بھول جاؤ اس قصے کو اور کبھی آئندہ اس کا ذکر نہ کرنا۔" اس کے ہونٹ اب بھی بھینچے ہوئے تھے جبکہ آنسو ضبط کرنے کے چکر میں چہرہ لال ہو گیا تھا۔

"اب اٹھو دو دن سے ایسے ہی بیٹھے ہو شکل دیکھو کیسی نکل آئی ہے۔" انہوں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے اٹھایا اور لے کر کلثوم کے کمرے کی طرف بڑھیں۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی کلثوم جو شمر، قاسم اور تمکین کے ساتھ باتیں کر رہی تھیں۔ دروازے میں کھڑے حذیفہ کو دیکھ کر پہلے چونکیں پھر ناراضگی سے منہ دوسری طرف موڑ لیا۔ رخسانہ اسی طرح حذیفہ کا بازو تھامے اسے بیڈ کے قریب لے آئیں اور اسے کلثوم کے پاس بٹھایا۔

"کلثوم! اب ناراضی ختم کرو۔ اپنی تو تم نے جو حالت کی ہے، دیکھو میرے بچے کا تمہاری ناراضی کی وجہ سے کیا حال ہو گیا ہے۔"

رخسانہ کے کہنے پر کلثوم نے ناراض نظر اس پر ڈالی جو سرخ آنکھیں لیے انہیں دیکھ رہا تھا۔ ان کے دل کو کچھ ہوا تھا انہوں نے بے ساختہ ہاتھ بڑھایا تو وہ جو کب سے ضبط کر رہا تھا۔ ان کے سینے پر سر رکھ کے رونے لگا اسے روتا دیکھ تمکین اور قاسم بھی رونے لگے۔

"ایم سوری ممی! وہ روتے ہوئے معافی مانگ رہا تھا جبکہ کلثوم بڑے پیار سے اس کے گھنے بالوں والے سر پر ہاتھ پھیر رہی تھیں۔

حذیفہ! مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی کوئی اور یہ بات کرتا تو مجھے سمجھ میں آتا لیکن تم...... وہ کہہ کر رک گئیں تو اس نے ان کے گرد بازو کا گھیرا تنگ کر دیا۔

"مجھ سے وعدہ کرو، آئندہ تم ایسی کوئی بات نہیں کرو گے اور نہ ہی اس عورت اور اس کی بیٹی کا ذکر کرو گے۔"

"جی ممی!" وہ بڑی دب ...

مسکرادیں اور ان کے نارمل ہوتے ہی باقی سب نے بھی سکون کا سانس لیا۔

☆☆☆

وہ نم آنکھوں سے سعید صاحب کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ اچانک ان کے وجود میں ہلکی سی حرکت ہوئی اور انہوں نے گہرا سانس لیا تو وہ جلدی سے کھڑی ہوئی۔

"بابا آپ ٹھیک ہیں۔" وہ اب پریشانی سے ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"حذیفہ" ان کے منہ سے بمشکل ایک نام نکلا تو اس نے سر نفی میں ہلایا۔

وہ تین دن سے ہاسپٹل میں تھے اور جب بھی ہوش میں آتے حذیفہ کا پوچھتے اور وہ مسلسل دو دن سے اس کو فون کر رہی تھی لیکن وہ فون اٹینڈ نہیں کر رہا تھا۔

"فون کیا؟" انہوں نے پھر پوچھا۔

"بابا! میں کر رہی ہوں لیکن وہ ریسیو نہیں کر رہے۔"

اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیوں اتنی شدت سے حذیفہ سے ملنا چاہتے تھے۔

"آج یا کل وہ آ جاتا تو اچھا تھا، کم از کم سکون سے موت تو آتی۔" ان کی بات پر وہ جو بمشکل چپ تھی پھر رو پڑی۔

"بابا! آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں میرا آپ کے علاوہ کوئی نہیں۔"

سعید صاحب بس خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتے رہے۔ تب ہی تکمیل اندر داخل ہوئے۔

"کیسی طبیعت ہے ابا جی کی؟" انہوں نے انابیہ سے پوچھا۔

"ابا جی!" وہ جھک کر ان کی طبیعت پوچھنے لگے۔

"جو کہا تھا لے آئے ہو۔" انہوں نے آہستہ سے پوچھا تو تکمیل نے سر ہلا کر بیگ سعید صاحب کو دکھایا۔

"یہ انابیہ کی امانت ہے۔" انہوں نے کہہ کر آنکھیں موند لیں تو انابیہ روتے ہوئے باہر نکل گئی اس نے بار پھر حذیفہ کا نمبر ڈائل کیا۔

☆☆☆

اس نے مصروف انداز میں موبائل اپنے کان سے لگایا۔

"سر نوید بات کر رہا ہوں۔"

"ہاں نوید بولو۔" اس کی نظریں مسلسل لیپ ٹاپ کی اسکرین پر تھیں۔

"سر! میں کب سے حذیفہ سر کو فون کر رہا ہوں لیکن وہ اٹینڈ نہیں کر رہے، ان سے بات ہو سکتی ہے۔"

"حذیفہ تو گھر پہ ہے میں آفس میں ہوں کیوں سب خیریت ہے۔"

"جی سر! ان کو کچھ بتانا تھا اور پوچھنا تھا۔" نوید کی بات پر کی بورڈ پر چلتی اس کی انگلیاں رک گئی تھیں۔

"کیا ہوا ہے۔" اب کے وہ سنجیدگی سے بولا۔

"سر انہوں نے سعید صاحب کے گھر پہ نظر رکھنے کو کہا تھا کچھ بندے ہائر کیے تھے لیکن کل لگتا ہے ان کے گھر کوئی ایمرجنسی ہوئی تھی۔ ایمبولینس بھی آئی تھی اور آج تالا بھی لگا ہے تو مجھے پوچھنا تھا ان لوگوں کو وہیں رکنے کا کہوں یا فارغ کر دوں۔"

نوید کی بات پر طالب نے ہونٹ بھینچ لیے۔ ان کو فارغ کر دو۔" کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ کام سے اس کا دھیان مکمل طور پر ہٹ چکا تھا۔ اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا حذیفہ کر کیا رہا ہے اور چاہ کیا رہا ہے۔

☆☆☆

وہ سب خوش گوار ماحول میں رات کا کھانا کھا رہے تھے، آج پانچ دن بعد وہ سب اکٹھے تھے۔ ورنہ حذیفہ کی حرکت کی وجہ سے سارا گھر اس سے ناراض تھا، کوئی بھی ایک جگہ ایک ساتھ نہیں بیٹھ رہا تھا۔ آج کلثوم کی معافی ملتے ہی سب نارمل ہو گیا تھا۔

طالب نے کباب کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے حذیفہ کو دیکھا، جو بظاہر کھانا کھاتے باتیں کرتے مسکرا رہا تھا لیکن اس کا چہرہ اس مسکراہٹ کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ تب ہی ان کی میڈ کی بیٹی ڈائننگ روم میں داخل ہوئی تھی۔

"حذیفہ بھیا! آپ کا موبائل وہاں صوفے پر

پڑا تھا۔" اس نے موبائل حذیفہ کی طرف بڑھایا۔
"تھینک یو" حذیفہ نے مسکرا کر اسے دیکھا اس نے ایک نظر موبائل اسکرین پر ڈالی تو ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔ سعید صاحب کی دس مسڈ کالز تھیں۔
"حذیفہ کیا ہوا؟" ساتھ بیٹھی شمسہ نے حیرت سے اس کا گم صم انداز دیکھا تو وہ چونک کر مسکرایا۔
"کچھ نہیں۔" تب ہی اس کا فون بج اٹھا اس نے چونک کر اسکرین کو دیکھا اور اگلے ہی لمحے اس نے فون اٹھالیا۔
"ہیلو!" دوسری طرف آواز سن کر وہ بے ساختہ کھڑا ہوا تھا۔
"سب ٹھیک ہے تم رو کیوں رہی ہو۔" پہلے اس کے کھڑا ہونے اور پھر اس کے جملے پر سب اسے دیکھنے لگے تھے جبکہ طالب کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔
"میں آرہا ہوں پریشان نہ ہو۔" وہ کہتے ہوئے تیزی سے مڑا تب ہی کلثوم نے اسے آواز دی۔
"حذیفہ! کہاں جارہے ہو۔" کلثوم کی آواز پر وہ جیسے ہوش میں آیا اور سنبھل کر پلٹا۔
"مما! میرے کالج کے پروفیسر ہیں، ان کی طبیعت کافی خراب ہے ان کی بیٹی کا فون تھا۔ وہ مجھے یاد کررہے ہیں۔"
"اوہ!" سب کو جیسے سن کر افسوس ہوا سب نارمل ہوگئے تھے لیکن طالب تو سب جانتا تھا، وہ بھی کھڑا ہوا۔
"اتنی رات کو اکیلے سفر کرنا ٹھیک نہیں، میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔" طالب کے کہنے پر حذیفہ پرنے اسے ایک پل بغور دیکھا اور پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔
طالب خاموشی سے ڈرائیو کررہا تھا لیکن اس کے باوجود وہ ساتھ بیٹھے حذیفہ کا اضطراب محسوس کرسکتا تھا۔ وہ اب اسلام آباد کی حدود میں داخل ہوگئے تھے۔ جب طالب نے گاڑی ایک پیٹرول پمپ پر روکی تو دونوں تھوڑی دیر کے لیے کار سے باہر آگئے۔
طالب نمک شاپ سے پانی کی بوتل لے کر آیا، حذیفہ فون پر بات کررہا تھا اس کے نزدیک آنے پر اس نے فون بند کردیا۔ طالب نے کچھ کہے بغیر پانی کی بوتل اس کی طرف بڑھادی۔ دونوں کتنی ہی دیر خاموشی سے سامنے دیکھتے رہے۔
"حذیفہ ایک بات پوچھوں سچ بتاؤ گے۔"
"جی!" وہ جانتا تھا اسے کیا پوچھنا ہے۔
"تم ان لوگوں کے بارے میں اتنے کنفرن کیوں ہو مجھے صاف صاف بتاؤ۔" حذیفہ نے گہرا سانس لیا۔
"بھائی! جیسا آپ سوچ رہے ہیں، ویسا نہیں سعید صاحب میرے پروفیسر تھے اور وہ ڈیڈی کو بھی جانتے تھے۔ کچھ ماہ پہلے وہ ڈیڈی سے ملنے آفس آئے تھے۔ تب ہی ملاقات ہوئی اس کے بعد اتفاقاً ہسپتال میں ملے اور پھر اکثر میں ان سے ملنے ان کے گھر چلا جاتا تھا۔" طالب خاموشی سے اسے سنتا رہا۔
"اور وہ لڑکی جس نے تمہیں فون کیا۔"
"سر کے کہنے پر کیا ہوگا۔" وہ کہہ کر خاموش ہوگیا۔
"بس اتنا ہی ہے حذیفہ!" طالب کا لہجہ سوالیہ تھا۔
"جی بھائی!" وہ اب بھی مختصر بولا تو طالب سر ہلا کر ڈرائیونگ سیٹ کی طرف مڑ گیا۔ وہ کاؤنٹر سے سعید صاحب کا پوچھ کر آئی سی یو کی طرف آگئے۔ دور سے ہی اس کی نظر بینچ پر بیٹھے شکیل صاحب اور انابیہ پر گئی تھی۔ اس کو دیکھ کر انابیہ کھڑی ہوگئی حذیفہ کے پیچھے آتے طالب نے غور سے اس لڑکی کو دیکھا۔ الجھے بال ملگجے کپڑوں بھی وہ لڑکی انتہا کی خوب صورت لگ رہی تھی۔ خوب صورتی کے ساتھ کچھ اور بھی تھا اس کے چہرے پر لیکن وہ اس پر غور کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے ویسے بھی اپنی خوب صورتی کیش کروانے والی لڑکیوں سے بہت نفرت تھی۔ اور وہی نفرت اس کی آنکھوں سے بھی جھلکنے لگی تھی۔
وہ روتے ہوئے حذیفہ کو کچھ بتارہی تھی تب ہی اس کی نظر حذیفہ کے پیچھے کھڑے طالب پر پڑی اگلے ہی پل اس نے گھبرا کر نظروں کا زاویہ بدل لیا۔

نرس سے پوچھ کر وہ اور حذیفہ اندر داخل ہوئے تھے۔
"بابا! دیکھیں کون آیا ہے۔" وہ ان کے کان کے قریب جاکر آہستہ سے بولی تو انہوں نے آہستہ سے آنکھیں کھول کر انابیہ کو دیکھا۔ اس نے مسکرا کر دائیں طرف اشارہ کیا انہوں نے دھیرے سے گردن گھمائی اور حذیفہ کو دیکھ کر بے ساختہ ان کی آنکھیں نم ہوئیں۔
"مجھے لگا اب تم نہیں آؤ گے۔" ان کے نم لہجے پر حذیفہ شرمندگی کے مارے بول ہی نہیں سکا۔
"ڈر رہا تھا اگر تم نہیں آئے اور سانسیں بند ہوگئیں تو انابیہ کا کیا ہوگا۔" حذیفہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں تسلی دینے کی کوشش کی تو وہ بمشکل مسکرائے۔
"جھوٹی تسلی نہ دو۔" بعد وہ بغور اس کو دیکھتے رہے، ان کی آنکھوں میں چھپا سوال وہ سمجھ گیا تھا اسی لیے وہ ان سے نظریں چرا رہا تھا اور اس کا نظریں چرانا ان کو بہت کچھ سمجھا گیا تھا۔
"میں جانتا ہوں آپ کے گھر والے نہیں مانے لیکن پھر بھی انابیہ کو لے جاؤ اپنا اصل رشتہ نہ بتانا، ملازمہ بنا کر لے جاؤ۔"
"انکل!" وہ تڑپ کر بولا۔
"کچھ مت کہو بیٹا! تمہارے انتظار میں سانسیں اٹکی تھیں، انکار مت کرنا اس کی عزت خطرے میں ہے۔ اسے اکیلے چھوڑ کر مت جانا میں بچ بھی گیا تو بھی اب اس کی حفاظت نہیں کرسکتا۔"
وہ پہلے ہی اٹک اٹک بول رہے تھے آخر میں ان کی سانس بری طرح پھولنے لگی تو حذیفہ کے ساتھ انابیہ بھی گھبرا گئی۔
"نرس!" حذیفہ کی اونچی آواز پر باہر کھڑے شکیل اور طالب بھی تیزی سے اندر داخل ہوئے۔ نرس کے ساتھ ڈاکٹر بھی آگیا تھا۔ سعید صاحب کا نفس تیزی سے بگڑ رہا تھا۔ نرس نے انہیں آکسیجن ماسک لگایا جسے انہوں نے سے ہٹادیا۔
"بابا!" انابیہ نے آگے بڑھ کر آکسیجن لگانا چاہا تو انہوں نے اس کا بازو تھام لیا۔ اور دوسرا ہاتھ حذیفہ کی طرف بڑھایا اور بڑی مشکل سے انابیہ کا ہاتھ حذیفہ کے ہاتھ میں دیا۔
"بیٹا! اب سے یہ تمہارا سرپرست ہے۔ میں نے حذیفہ کو تمہاری ذمہ داری دی ہے۔"
"بابا!" انہوں نے سر ہلا کر اسے بولنے سے منع کیا۔
"حذیفہ جیسے بولے گا جیسا کرنے کو کہے تم ویسا کروگی جیسے رکھے گا۔ اس کی ہر بات ماننا۔ میری بڑی خواہش تھی اپنی گڑیا کو دلہن بنتے دیکھتا۔"
"بابا!" وہ زور زور سے رونے لگی۔ جبکہ طالب دانت پر دانت جمائے حذیفہ کے ہاتھ میں اس لڑکی کا ہاتھ دیکھ رہا تھا۔
"حذیفہ اپنی امانت کی حفاظت کرنا مجھے اپنے اور اس کے ماں باپ کے آگے شرمندہ نہ کروانا۔" وہ اس کے کان میں کہہ رہے تھے۔ طالب کو اب الجھن ہورہی تھی۔ وہ دو قدم آگے بڑھ کر حذیفہ کے پیچھے کھڑا ہوا سعید صاحب کی نظر اس پر رک گئی۔ حذیفہ نے گردن گھمائی جہاں طالب کھڑا تھا۔
"انکل میرے بھائی طالب!" اس نے طالب کو بازو سے تھام کر آگے کیا۔
طالب نے مردنا مسکرا کر ان کی طرف دیکھا تو سعید صاحب نے حذیفہ کو دیکھ کر دوبارہ طالب کو دیکھا اور کتنی دیر تک دیکھتے رہے حتیٰ کہ طالب ان کے دیکھنے سے جز بز ہوا۔
"جیتے رہو۔" کہہ کر انہوں نے دوبارہ انابیہ کو دیکھا جو بے تحاشا رو رہی تھی۔ اچانک مشین پر چلتی آواز بدل گئی آڑھی ترچھی لائنیں بالکل سیدھی ہوئی تھیں سب نے چونک کر سعید صاحب کی طرف دیکھا۔
ڈاکٹر کے اشارہ کرنے پر سب کو پیچھے ہٹادیا گیا جبکہ انابیہ سہم کر سعید صاحب اور ان کے اردگرد کھڑے ڈاکٹر اور نرسوں کو دیکھ رہی تھی اور پھر ڈاکٹر کے مڑتے ہی سب کھیل ختم ہوگیا اس کا خدشہ صحیح ثابت ہوا تھا۔ اور اگلے ہی پل وہ حواس کھو کر زمین پر گری تھی۔

☆☆☆

آنکھ کھلتے ہی اس نے خود کو اجنبی کمرے میں پایا تھا۔ سر کے ساتھ اس کی آنکھیں بھی دکھ رہی تھیں۔ وہ بمشکل اٹھی اور کمرے کو دیکھنے لگی۔

"بابا!" انہیں نے ڈھونڈنے لگی۔

"بابا!" اب کی بار وہ اونچی آواز میں پکار کر زور زور سے رونے لگی، دروازے کی آواز پر اس نے روتے ہوئے سامنے دیکھا۔ پریشانی سے کھڑی ہوئی، ڈر کے مارے اس کے اعصاب تن گئے تھے۔

تب ہی دروازے سے حذیفہ کا چہرہ نمودار ہوا تو اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑے لیکن اس کو دیکھ کر آنسوؤں میں روانی آگئی جیسے کسی اپنے کو دیکھ کر آتی ہے۔

اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا پانی کا گلاس اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا جسے انابیہ نے خاموشی سے تھام لیا اور دوبارہ بیڈ پر بیٹھ گئی کیونکہ اسے اپنی ٹانگوں پر کھڑے رہنا بہت مشکل لگ رہا تھا۔ حذیفہ بھی سائیڈ پر پڑی کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"پانی پیو۔" اسے یونہی گلاس پکڑے دیکھ کر حذیفہ نے کہا تو اس نے چپ چاپ دو گھونٹ پانی پی کر گلاس حذیفہ کی طرف بڑھایا۔ حذیفہ اس کے ہاتھ سے لے کر واپس ٹیبل پر رکھ دیا۔

"بابا!" اس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا تو حذیفہ نے گہرا سانس لیا۔

"ان کی اسی دن ڈیتھ ہوگئی تھی آج دو دن بعد تمہیں ہوش آیا ہے، تمہاری ہارٹ بیٹ بہت سلو تھی۔ بی پی بھی بہت لو تھا۔ تو ڈاکٹر نے تمہیں سکون آور ادویات دے کر آرام کرنے دیا۔"

وہ کچھ بول ہی نہیں سکی۔ اسے آخری بار اپنے بابا کا چہرہ دیکھنا ہی نصیب نہیں ہوا تھا، اچھا ہی تھا وہ انہیں جاتا کیسے دیکھتی، وہ چیخ چیخ کر رونا چاہتی تھی لیکن اس میں ہمت ہی نہیں تھی بس آنسو قطرہ قطرہ گود میں گر رہے تھے۔

"انابیہ!" اس کی حالت دیکھ کر حذیفہ کو بہت تکلیف ہو رہی تھی۔ "دنیا اسی کا نام ہے، یہاں کوئی سدا نہیں رہ سکتا نہ ہم اسے روک سکتے ہیں۔ چاہے ہمیں کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو۔ آج وہ اس دنیا سے گئے ہیں کل ہماری باری ہوگی یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے۔ رو کر تم انہیں تکلیف دو گی اگر ان کے لیے تم کچھ کرنا چاہتی ہو تو دعا کر کے ان کی آگے کی منزل آسان کر دو۔"

وہ اسے اپنے ساتھ لگا کر تسلی دینا چاہتا تھا لیکن صبر کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

"لیکن اللہ تعالیٰ کو میرا سوچنا چاہیے تھا۔ میرا تو پہلے بھی کوئی نہیں، میں کہاں جاؤں گی۔" وہ واقعی اکیلے رہ جانے کے خیال سے بہت ڈری ہوئی تھی۔

"میں ہوں نا انابیہ!" اب کی بار وہ خود کو روک نہیں سکا اور اس کی گود میں رکھا ہاتھ اٹھا کر اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ انابیہ نے بے ساختہ اس کے ہاتھوں میں دبا اپنا ہاتھ کھینچا تو حذیفہ کو اپنی بے اختیاری کا احساس ہوا۔

"سوری۔" وہ جلدی سے بولا "تمہیں بالکل پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، انکل تمہاری ذمہ داری مجھے دے کر گئے ہیں اور میں نے ان وعدہ کیا ہے تمہاری حفاظت کا اپنی آخری سانس تک کچھ بھی حالات ہوں تمہیں کبھی اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔" اس کے لہجے میں اتنا یقین تھا کہ وہ بے ساختہ نظریں اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں ہوں۔" وہ انگلی پر سینے پر رکھ کر بولا۔ "تم میرے پاس رہو گی۔"

"میں کیسے آپ کے ساتھ رہ سکتی ہوں، لوگ کیا کہیں گے آپ کی فیملی کیا سمجھے گی۔" وہ روتے ہوئے پریشانی سے بولی۔

"آپ مجھے شکیل انکل کے گھر چھوڑ دیں۔"

حذیفہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"انابیہ! کیا تم پاگل ہوگئی ہو وہاں جانا چاہتی ہو جہاں سب تمہارے دشمن ہیں، انکل کے ہوتے تمہارا وہاں رہنا مشکل تھا تو اب تو انکل بھی نہیں۔"

"پھر میں کیا کروں، میں اکیلے آپ کے ساتھ

یہاں نہیں رہ سکتی۔"

"آپ میرے ہسبینڈ کو جانتے ہیں نا مجھے ان کے گھر چھوڑ آئیں۔" اس کے کہنے پر وہ ایک پل کے لیے چپ رہ گیا۔

"میں نے تمہیں اس سے ملوانے کا وعدہ کیا ہے میں وعدہ پورا کروں گا لیکن پہلے مجھے اس سے ملنا اور تمہارے بارے میں بتانا ہے۔ اس میں تھوڑا ٹائم لگے گا اور تب تک تمہیں میرے ساتھ رہنا ہوگا کیونکہ انکل تمہیں میرے سپرد کر کے گئے ہیں تم لاہور میری فیملی کے ساتھ رہو گی۔" انابیہ اب کی بار کچھ نہیں بولی تھی۔

"آپ مجھے بابا کی قبر پر لے جائیں گے۔" وہ باہر جا رہا تھا اس کی بات سن کر رکا اور پھر سر اثبات میں ہلایا۔

"تم منہ ہاتھ دھو کر فریش ہو جاؤ، میں کھانا لاتا ہوں۔ شام کو لاہور کے لیے نکلنا ہے۔"

"جی۔" اس کے کہنے پر وہ سر ہلا کر بولی۔ تب ہی دروازے پر دستک دے کر طالب اندر آیا۔

"تمہارے پروفیسر کے بیٹے آئے ہیں اس لڑکی سے ملنے۔" طالب نے بے زاری سے کہتے ہوئے ایک نظر اس لڑکی پر ڈالی جو سر جھکائے پتا نہیں کیا سوچ رہی تھی۔

ہاتھ منہ دھو کر باہر آئی تو شکیل صاحب سامنے رکھے صوفے پر سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ان کو دیکھ کر آنکھیں بے ساختہ نم ہوئی تھیں۔ آہٹ پر انہوں نے بھی سر اٹھایا اور ان کے قریب آ کر وہ ان کے کندھے سے لگ کر بری طرح رو دی تھی تو اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ان کا ضبط بھی ٹوٹ گیا تھا۔

"میرے بچے صبر،" وہ اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے بولے۔

"انکل! میں بابا کے بغیر کیسے رہوں گی کہاں جاؤں گی۔ آپ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں۔" انہوں نے کندھے سے تھام کر اسے صوفے پر بٹھا دیا۔ خود اس کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئے۔

"وہ تمہارا گھر نہیں میں تمہیں وہاں لے کر نہیں جا سکتا۔ وہاں کوئی تمہارا سگا نہیں، مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے اس میں میری بیوی اور بیٹیاں بھی شامل ہیں۔ میں ہر پل تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ اس لیے تمہیں وہاں نہیں رکھ سکتا کیونکہ تم وہاں محفوظ نہیں۔ مجھے فوزیہ پر بھروسا ہے اور نہ غفران پر وہ اب بھی کوئی بے ہودہ منصوبہ بنائے بیٹھے ہیں، اسی لیے میں ہاسپٹل سے تمہیں گھر لے کر نہیں گیا اور تمہیں بھی یہی مشورہ دوں گا، کبھی واپس مڑ کر نہ دیکھنا، پیچھے اب کچھ نہیں بچا۔"

"لیکن انکل میں کیسے ان کے ساتھ رہ سکتی ہوں میں، ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔" وہ مسلسل حذیفہ کو لے کر کشمکش کا شکار تھی۔

"جانتا تو میں بھی نہیں لیکن بابا نے جاتے ہوئے تمہاری ذمہ داری اسے دی تو کچھ سوچ کر دی ہوگی ورنہ وہ مجھے بھی کہہ سکتے تھے۔ تمہیں یاد ہے نا کہ وہ کتنے بے چین تھے اس کے آنے سے پہلے اور مجھے لگتا ہے ان کا جو یقین حذیفہ پر ہے وہ بے جا نہیں اور تم بھی دل سے سارے خدشات نکال اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دو۔"

وہ جو سوچ رہی تھی شکیل صاحب اسے ساتھ چلنے کو کہیں گے وہ آس بھی ختم ہوگئی تھی، وہ ان کو مجبور نہیں کر سکتی تھی جانتی تھی وہ سچ کہہ رہے تھے۔ اس گھر میں واپسی اس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔

"مجھے معاف کر دینا بیٹا! تمہیں لگتا ہوگا میں خود غرض آدمی ہوں لیکن میں مجبور ہوں میں جانتا ہوں میں تمہاری حفاظت نہیں کر سکتا۔ جیسے ابا جی نے کی ہے مجھے معاف کرنا۔"

"شرمندہ نہ کریں انکل!" وہ روتے ہوئے بولی۔

"یہ تمہارے کچھ زیورات اور کاغذات تھے۔ جو ابا جی نے کہا تمہیں دے دوں، تمہاری امانت ہیں۔" انہوں نے بڑے بیگ کے ساتھ رکھی چھوٹی ٹرالی کی طرف اشارہ کیا تو وہ گہرا سانس لے کر رہ

گئی۔

"شاید تمہاری ماں کے زیورات ہیں۔" وہ اب بھی کچھ نہیں بولی تھی۔

"چھپا ہوں اپنا دھیان رکھنا اور گھر میں کسی سے رابطہ مت کرنا جب بھی مجھ سے بات کرنی ہو حذیفہ کو کہنا وہ کروا دے گا، خود مت کرنا۔" وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر نکل گئے اور وہ ایک بار پھر بے بسی رو دی۔

☆☆☆

بیگ ڈگی میں رکھ کر وہ مڑا تو طالب اس کی طرف آ رہا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے تم جو کر رہے ہو وہ ٹھیک ہے؟" طالب کی بات پر حذیفہ نے سنجیدگی سے اپنے بھائی کو دیکھا۔

"بھائی! مجھے بتائیں میں غلط کیا کر رہا ہوں۔"

"ایک غیر لڑکی جو کہ بیگ بھی ہے اس کو تم اپنے بی ہاف پر اپنے گھر لے کر جا رہے ہو۔ اس میں تمہیں صحیح کیا لگ رہا ہے۔"

"بھائی! ایک مرتا آدمی مجھ سے عدہ لیتا ہے تو کیا میں اسے انکار کر دیتا۔ میں ایسا نہیں کر سکتا تھا اور دوسری بات وہ بے ضرر سی لڑکی ہے۔ میں اتنا تو اس کو دیکھ کر سمجھ گیا ہوں۔ دوسرا میری نیت صاف ہے۔ تیسری بات جو میں جانتا ہوں کہ اس لڑکی کو کسی سے خطرہ ہے تو میں کیسے اسے اکیلا چھوڑ سکتا ہوں اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچا جس کا میں ازالہ نہ کر سکا تو میں تو گلٹ سے ہی مر جاؤں گا۔" طالب خاموشی سے اسے دیکھ اور سن رہا تھا۔

"بھائی آپ کو میرا ساتھ دینا چاہیے۔ الٹا آپ مجھے غلط کہہ رہے ہیں۔"

"حذیفہ! تم جو بھی کہو مجھے یہ سب ٹھیک نہیں لگ رہا، یہ نہ ہو تم اس لڑکی وجہ سے کسی مصیبت میں پھنس جاؤ۔"

"ایسا کچھ نہیں ہوگا بھائی!" وہ اب آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گیا تو طالب گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

حذیفہ کے بلانے پر وہ باہر آئی تو گاڑی کے آگے کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ بے ساختہ رکی اس نے ایک نظر اسے دیکھا تھا۔

آج اس کی آنکھوں پر کالا چشمہ تھا تو وہ آنکھوں کے احساسات محسوس نہیں کر سکی لیکن اس کے بھنچے ہونٹ، اس نے بے ساختہ نظریں جھکا دیں اس شخص کے تاثرات میں اس کے لیے واضح ناپسندیدگی تھی۔

وہ ہونٹ چباتے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ حذیفہ کے بیٹھتے ہی طالب نے گاڑی اسٹارٹ کر دی جبکہ وہ گاڑی سے باہر الوداعی نظروں سے اپنے شہر کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اجنبی لوگوں میں جا رہی تھی، جن کا انتخاب اس کے بابا نے اس کے لیے کیا تھا زندگی پہلے بھی آسان نہیں تھی لیکن نہ جانے اب کون سا رخ لینے والی تھی۔ اس نے آنسوؤں کے نکلنے سے پہلے آنکھیں بند کر کے سیٹ سے ٹیک لگا لی۔

ٹک ٹک کی آواز پر اس نے بمشکل آنکھیں کھولیں، حذیفہ شیشے کو انگلی سے بجا رہا تھا۔ اس نے جلدی سے شیشہ نیچے کیا تو اس نے برگر اور جوس اس کی طرف بڑھایا جو اس نے تھام لیا۔ حذیفہ نے مڑ کر دیکھا۔ طالب کافی فاصلے پر کھڑا فون سن رہا تھا۔

"انابیہ! ہم گھر جا رہے ہیں لیکن وہاں جا کر اس بات کا خاص خیال رکھنا ہے۔ اپنی کوئی پرسنل بات گھر والوں سے شیئر نہیں کرنی، نہ اپنی ماں کا نام لینا نہ باپ کا نام۔ تمہارے بابا سعید صاحب تھے اور والدہ بچپن میں فوت ہو گئی تھیں اور نہ نکاح کا ذکر کرنا ہے۔ کوئی پچھلی بات بالکل نہیں اور تمہارا نام بیا سعید ہے۔" حذیفہ جلدی جلدی اسے سمجھا رہا تھا جبکہ انابیہ پریشانی سے دیکھ رہی تھی۔

حذیفہ کو اندازہ ہوا کہ اس نے اسے مزید ڈرا دیا ہے۔

"انابیہ! میں تمہاری بھلائی کے لیے یہ سب کہہ رہا ہوں۔ میرے گھر والے عفت گل کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں اور انہیں اچھا نہیں سمجھتے۔ میں نہیں چاہتا کہ انہیں پتا چلے کہ تم ان کی بیٹی ہو، کیونکہ پھر

سچویشن ہینڈل کرنا میرے لیے مشکل ہو جائے گا ٹھیک ہے۔"

"جی۔" وہ آنسو پیتی بولی۔

"پتا نہیں اس کی ماں کی غلطیاں کب تک اس کے ساتھ رہیں گی۔" حذیفہ کے مڑتے ہی اس نے زور سے آنکھیں بیچ لی تھیں۔

☆☆☆

وہ سوئی جاگی کیفیت میں تھی، جب گاڑی رکی اس نے چونک کر سامنے دیکھا۔

وہ بے حد خوب صورت گھر تھا۔ جس کا گیٹ بھی بلند اور مضبوط تھا۔ ہارن کی آواز پر گیٹ کھلا اور گاڑی تیزی سے وسیع کار پورچ میں جا کر رکی جہاں پہلے سے چار گاڑیاں موجود تھیں۔ طالب اتر کر تیزی سے اندر کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ حذیفہ نے نکل کر اس کی طرف کا دروازہ کھولا۔ وہ تیز دھڑکتے دل کے ساتھ باہر آئی۔ حذیفہ نے بغور اس کا پریشان چہرہ دیکھا۔

"بیا!" حذیفہ کے پکارنے پر اس نے زور سے آنکھیں بند کیں۔

"نئی زندگی نیا نام نئی پہچان، نئے امتحان۔"

"میں تمہارا ڈر سمجھ سکتا ہوں لیکن میرے ہوتے ہوئے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میرے گھر والے بہت اچھے ہیں، تمہیں کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔" اس کو مطمئن کرنے کے لیے اس نے کہہ تو دیا تھا کوئی مسئلہ نہیں لیکن اندر کیا صورت حال ہونے والی تھی یہ بھی وہ جانتا تھا۔

"عمران! ڈگی سے سامان نکال کر اندر رکھ دو۔" پیچھے کھڑے لڑکے کو کہہ کر اس نے انابیہ کو چلنے کا اشارہ کیا تو وہ آنسو پیتی اس کے پیچھے چلنے لگی۔

رات کے نو بج رہے تھے، کھانا کھایا جا چکا تھا۔ اس لیے سب لوگ لاؤنج میں جمع تھے۔ حسب عادت سب اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے، حذیفہ کو دیکھ کر سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ سلام کرتا آگے بڑھا تو سب مسکرا کر اسے دیکھنے لگے لیکن اس کے پیچھے کھڑی لڑکی کو دیکھ کر سب کی مسکراہٹ حیرت میں بدل گئی تھی۔ اب کچھ سوالیہ نظروں سے حذیفہ کو اور کچھ طالب کو دیکھ رہے تھے۔ اپنی طرف متوجہ دیکھ کر طالب نے کندھے اچکا کر خود کو بری الذمہ ظاہر کیا تھا۔

سب کی نظریں خود پر محسوس کر کے وہ سہم کر حذیفہ کے مزید پیچھے گئی۔

حذیفہ اس کا ڈر سے پیچھے چھپنا محسوس کر چکا تھا۔

"بیا! آؤ۔" اس کے سامنے سے ہٹ کر اس نے اسے آگے آنے کا اشارہ کیا تھا۔

"یہ میری فیملی ہے۔" اس نے سامنے کھڑے گھر والوں کی طرف اشارہ کیا۔ انابیہ نے ذرا کی ذرا نظریں اٹھائیں اور سلام کیا لیکن آواز بہت دھیمی تھی۔

"کون ہے یہ حذیفہ؟" سب سے پہلا سوال کلثوم کی طرف سے آیا۔

"ممی! میرے پروفیسر سعید صاحب تھے کچھ عرصہ پہلے اچانک میری ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ بہت شفیق انسان تھے میں ان سے ملتا رہتا تھا۔ کچھ عرصے سے ان کی طبیعت خراب تھی ان کے کچھ پرسنل پرابلم چل رہے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان تھے۔ وہ اپنی بیٹی کے ساتھ رہتے تھے کوئی رشتہ دار بھی نہیں تھا ان کو اکیلا سمجھ کر ایک آدمی انہیں تنگ کر رہا تھا۔

وہ پہلے سے شادی شدہ تھا لیکن ان کی مرضی کے بغیر وہ ان کی بیٹی سے شادی کرنا چاہ رہا تھا۔ انہوں نے منع کر دیا تو وہ دھمکیوں پر اتر آیا۔ ان کے گھر آ کر بدتمیزی کی۔ تب ہی انہیں ہارٹ اٹیک ہوا۔ اس دن ان کا ہی فون آیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے ریکویسٹ کی کہ جب تک حالات سنبھل نہیں جاتے، میں ان کی بیٹی کو کسی محفوظ جگہ پر لے جاؤں، میں ایک مرتے ہوئے انسان کو انکار نہیں کر سکا، میں نے ان سے وعدہ کر لیا کہ میں ان کی بیٹی کا خیال رکھوں گا اور میں نے اس وجہ سے اتنی بڑی ذمہ داری لی کیونکہ مجھے

www.parhlo.com

بتا تھا۔ میری فیملی ضرور اس فیصلے میں میری مدد کرے گی۔"

کہنے کے بعد اس نے تائید طلب نظروں سے سب کو دیکھا تو توقع کے مطابق اس کی فیملی جذباتی ہو چکی تھی۔

سب سے پہلے شمسہ پھوپھو اپنی جگہ سے اٹھی تھیں۔ اور انابیہ کی طرف بڑھیں جو مجرموں کی طرح سر جھکائے کسی فیصلے کی منتظر تھی۔

"آؤ بچے یوں کیوں کھڑی ہو۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے سب کے درمیان لے آئیں اور اسے اپنے پاس صوفے پر بٹھالیا۔

"حذیفہ نے ابھی تمہارے والد کے بارے میں بتایا بہت افسوس ہوا بچے! اللہ تمہیں صبر دے۔"

انہوں نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سہلایا تو وہ آنسو ضبط کرنے کے لیے ہونٹ چبانے لگی۔ وہ ان کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی۔

"کیا نام بتایا تھا؟" رخسانہ نے حذیفہ سے آہستہ سے پوچھا۔

"بیا!"

"ہوں۔" وہ سر ہلا کر اٹھیں اور انابیہ کے دوسری طرف آکر بیٹھ گئیں۔

"بیٹا! اسے اپنا ہی گھر سمجھو کوئی بھی شخص ماں باپ کی جگہ نہیں لے سکتا لیکن کوشش کریں گے کہ تمہیں یہاں اجنبیت محسوس نہ ہو یہاں تم بالکل محفوظ ہو۔" انہوں نے پیار سے اس کا سر سہلایا تو اب کی بار وہ ضبط نہیں کر سکی رو پڑی تھی۔

ساری خواتین نے مترحم نظروں سے اسے دیکھا جبکہ رخسانہ نے بے ساختہ اسے اپنے بازو کے حلقے میں لیا۔

"نہ میری بچی روتے نہیں۔" وہ اب ایک ہاتھ سے اس کی کمر سہلا رہی تھیں۔

طالب کب سے ناگواری سے یہ مناظر دیکھ رہا تھا اسے ماں کی اتنی محبت ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھی۔ اس نے اہل خانہ پر نظر ڈالی تو کم و بیش سب کے تاثرات ہمدردی والے تھے۔ اس نے سب سے آخری نظر حذیفہ پر ڈالی سب کے برعکس وہ مطمئن اور پرسکون تھا اور اس کا یہی سکون طالب کو آگ لگا گیا تھا۔ وہ غصے میں بنا کسی سے کچھ کہے بغیر لاؤنج سے نکل گیا تھا۔

☆☆☆

"یہ آپ کا روم ہے آپ تھک گئی ہوں گی، آرام کریں۔"

نگین کے کہنے پر اس نے ایک نظر اس کو دیکھا اور دھیرے سے چلتے کمرے میں آگئی۔

"آپ کو بھوک تو نہیں لگی۔" نگین کے پوچھنے پر اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"ویسے تو ہر چیز موجود ہے لیکن اگر پھر بھی کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دیں۔"

"جی!" وہ سر جھکا گئی تب ہی ایک لڑکا تیزی سے اندر داخل ہوا تو انابیہ ڈر کر پیچھے ہٹی اس کے ڈرنے پر نگین نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا تو وہ برا سا منہ بنا گیا۔

"سوری، میں نے تمہیں ڈرا دیا دروازہ کھلا تھا تو میں نے ناک کرنا ضروری نہیں سمجھا۔"

وہ بے تکلفی سے بولتا اس کے دونوں بیگ لیے کمرے کے وسط میں کھڑا ہو گیا۔ انابیہ نے اس کی طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا۔

"پلیز مائنڈ مت کرنا یہ قاسم ہے تھوڑا عقل سے پیدل ہے اس لیے اس سے ایسی حرکتیں خود بخود ہو جاتی ہیں۔" نگین نے اتنی آواز میں کہا کہ کچھ فاصلے پر کھڑا قاسم آسانی سے سن سکے۔

"عقل سے پیدل ہو گی تم، بے وقوف کہیں کی جل ککڑی جب بھی کسی خوب صورت لڑکی سے بات کرتا ہوں جل بھن کر اور کالی ہو جاتی ہو۔"

"کالی کسے کہا تم نے رتیلے بھوت!" نگین سب بھول اس کی طرف مڑی اور اب وہ نان اسٹاپ ایک دوسرے کے نام رکھ رہے تھے۔ وہ پہلے پریشانی پھر حیرت سے سب بھلائے انہیں دیکھنے لگی۔

"قاسم!" سخت اور غصیلی آواز پر ان تینوں نے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ۔" طالب کے ماتھے پر بل تھے۔

"بھائی! میں تو بیگ رکھنے آیا تھا۔ یہ مجھ سے لڑنا شروع ہو گئی۔" قاسم نے بے چارگی سے اپنی صفائی دی۔

"نہیں بھائی!"

"کوائٹ اینڈ آؤٹ۔" اس نے نگین کو کہہ کر قاسم کو باہر جانے کا اشارہ کیا تو وہ دونوں سر جھکائے کمرے سے باہر نکل گئے۔ وہ جو ان دونوں کو جاتا دیکھ رہی تھی غیر ارادی طور پر نظر اس پر پڑی تو اگلے ہی پل نظریں جھکا گئی۔

دروازہ اتنی زور سے بند ہوا کہ وہ ڈر کے مارے اچھل پڑی۔ وہ کافی دیر ویسے ہی کھڑی رہی اتنا تو وہ سمجھ گئی تھی، حذیفہ کا بھائی اسے بالکل اچھا نہیں سمجھتا لیکن وہ مجبور اور بے بس تھی۔

اس نے سب بھلا کر کمرے پر نظر ڈالی۔ صاف ستھرا کمرہ تھا، ڈبل بیڈ سامنے دیوار پر لگا ایل ای ڈی، سائیڈ پر وارڈ روب اور مخالف دیوار کے ساتھ ڈریسنگ اور وارڈ روب کے ساتھ ایک دروازہ تھا، جو یقیناً باتھ روم تھا۔

وہ گہرا سانس لے کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ نہا کر وہ باہر آئی تو کافی حد تک بہتر محسوس کر رہی تھی۔ لائٹ بند کر کے وہ بیڈ پر آکر لیٹ گئی لیکن اندھیرا اتنا تھا کہ اس نے گھبرا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ آن کر دیا۔ کمرے میں ہلکی سی روشنی پھیل گئی۔

اب وہ چت لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔ زندگی نے اتنی تیزی سے پلٹا کھایا تھا وہ ٹھیک طرح سے حیران بھی نہیں ہو سکی تھی اور نہ ہی اپنے عظیم نقصان پر افسوس کر سکی تھی۔

"بابا!" سرگوشی کے انداز میں اس کے منہ سے نکلا تو ساتھ ہی دو آنسو اس کی آنکھوں سے نکلے۔

"کیوں مجھے چھوڑ گئے بابا، مجھے تو آپ کے بغیر رہنے کی عادت نہیں، میں کیسے رہوں گی، کس کے سہارے؟ اتنے اجنبیوں کے بیچ میں کیوں بھیج دیا بابا مجھے میں کیسے رہوں گی۔"

وہ تکیے کو مٹھی میں بھینچے سسکنے لگی تھی۔

کتنی ہی دیر روتی اپنے بابا سے شکوے کرتی رہی اور کب روتے ہوئے اس کی آنکھ لگی اسے پتا ہی نہیں چلا۔

☆☆☆

پچھلے دو ہفتے بہت سخت گزرے تھے۔ وہ انابیہ کو لے کر پریشان تھا اور اس بات کو کرنے پر گھر میں جو حالات ہوئے تھے سب اس سے ناراض ہو گئے تھے۔ اس کی ماں کو دل کی تکلیف ہو گئی تھی اور جب اسے لگا وہ سب ہار گیا۔ تب ہی انابیہ کا فون آگیا پھر سعید صاحب کی موت اور انابیہ کی ذمہ داری مکمل طور پر اس پر آگئی، وہ اس کو کسی قیمت پر اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ چاہے اب اس کے لیے اسے کچھ بھی کرنا پڑتا۔ وہ کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر انابیہ کو گھر لے آیا تھا۔ جو کہانی اس نے سنائی اس کی توقع کے مطابق سب مان گئے تھے وہ بہت مطمئن تھا کیونکہ انابیہ اس گھر میں اس کے سامنے تھی۔ محفوظ تھی اسے لگ رہا تھا آج وہ سکون سے سو سکے گا۔ وہ گہرا سانس لے کر بستر پر گرنے کے انداز میں لیٹا تھا تب اس کا دروازہ بجا وہ جلدی سے اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔

دروازے پر شمسہ اور کلثوم کو دیکھ کر وہ حیران ہونے کے ساتھ پریشان بھی ہوا تھا۔

"سب ٹھیک ہے؟"

"ہاں سب ٹھیک ہے بات کرنی تھی۔" وہ پیچھے ہٹ گیا تو وہ اندر آگئیں، حذیفہ نے سامنے گھڑی کی طرف دیکھا رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے، وہ بیڈ کے آگے رکھے کاؤچ پر جا کر بیٹھ گیا اور منتظر نظروں سے دونوں کو دیکھنے لگا۔

"حذیفہ! یہ لڑکی کون ہے۔" کلثوم کے سوال پر اس نے ابرو اچکائے۔

"ممی ابھی تھوڑی دیر پہلے میں سب بتا چکا ہوں

www.parhlo.com

اگر آپ کو دوبارہ سننا ہے تو میں دہرا دیتا ہوں۔"

"لیکن حذیفہ! ایک غیر لڑکی کو گھر لانا صرف اتنی سی جان پہچان کی بنا پر کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔" اب کے شمسہ نے پوچھا۔

"پھپھو! میری سمجھ میں نہیں آیا میں نے کون سا گناہ کر دیا ہے، کسی مجبور کی مدد کر کے، میں باپ دادا کے ٹائم سے یہ سنتا آرہا ہوں کہ کس طرح ہماری فیملی لوگوں کی مدد کرتی رہی ہے چاہے، کسی کی بیٹی کی شادی ہو کسی یتیم کی اسکول کی فیس کا معاملہ ہو، کسی کے گھر مستقل بنیادوں پر راشن پہنچانا ہو۔ یا کسی کو کسی بھی قسم کی مدد کی ضرورت ہو ہماری فیملی ہمیشہ آگے رہی ہے۔ ابھی بھی مجھے پتا ہے کتنے لوگوں کی آپ، مما، بڑی مما مدد کر رہی ہیں۔ میں اور طالب بھائی آپ کو کیا پتا کیا کیا کر رہے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ جو مدد ہم چھپ کر کر رہے ہیں، وہ ٹھیک ہے اور جو مدد میں سب کے سامنے کر رہا ہوں بجائے مجھے سراہنے کے آپ لوگ شک کر رہے ہیں۔"

"بیٹا! شک نہیں کر رہے، بہت بڑی ذمہ داری ہے اونچ نیچ سے ڈر رہے ہیں، تین جوان لڑکے گھر میں ہیں، لڑکی جوان بھی ہے اور خوب صورت بھی۔" شمسہ نے آخر میں اصل بات کی۔

"پھوپھو آپ کو کیا اپنے بچوں پر یقین نہیں۔"

"بات یقین کی نہیں دل کی ہے دل کی کیفیت بدل گئی یا نیت بدل گئی تو تم میں کیا کر سکتے ہیں اور لڑکی کے ساتھ کوئی زیادتی ہو گئی تو۔"

"پھوپھو! ایسا کچھ نہیں ہوگا بے فکر رہیں۔ بس تھوڑا دل بڑا کر لیں۔ اس گھر میں پانچ ملازم کھانا کھاتے ہیں اگر وہ دو روٹیاں کھائے گی تو کچھ فرق نہیں پڑے گا۔"

"حذیفہ!" کلثوم اور شمسہ دونوں نے غصے سے اسے دیکھا۔ "اتنا کم ظرف سمجھ رکھا ہے تم نے ہمیں۔"

"میں نے نہیں سمجھا لیکن آپ لوگ مجھے کم ظرف اور جھوٹا ثابت کروانے پر تلے ہیں۔ میں نے ایک مرتے آدمی سے وعدہ کر لیا۔ اس لیے کہ میرے گھر والے اس ثواب کے کام میں میرا ساتھ دیں گے اس لڑکی کو گھر لے آیا۔ پر یہاں تو شک ہو رہا ہے۔ میں اسے اپنے فلیٹ پر بھی رکھ سکتا تھا پھوپھو! لیکن میں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ میرے دل میں چور نہیں تھا۔ دوسرا وہ لڑکی اتنی شرم و حیا والی ہے کہ اس نے صاف منع کر دیا تھا پر اس کے پاس کوئی اور ٹھکانہ نہیں ہے وہ بے چاری مجبور تھی۔ میرے ساتھ آنے پر ورنہ وہ تو کبھی مجھ سے بات نہیں کرتی تھی اور جو آدمی اس کے پیچھے پڑا تھا اگر وہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے تو آپ سوچ نہیں سکتے کیا ہوتا۔ خیر۔"

اس نے گہرا سانس لے کر خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کی۔

"ایک دو دن اس کو برداشت کر لیں میں کہیں اور اس کے رہنے کا بندوبست کرتا ہوں، بھاڑ میں جائیں وعدے، مروت، انسانیت۔" اس کے غصیلے اور ناراض انداز پر شمسہ اور کلثوم نے بے ساختہ ایک دوسرے کو دیکھا تو شمسہ نے آنکھوں سے کلثوم کو اشارہ کیا۔

"حذیفہ! یہ کیسی باتیں کر رہے ہو تم، اسے تم اپنی ذمہ داری پر لے کر آئے ہو اور اب اسے کہیں اور بھیج دو گے تو وہ کیا سوچے گی۔ ہمارے بارے میں، بے ضرر سی بچی ہے رہنے دو، نگین کو ایک دوست مل جائے گی۔ یتیم بچی ہے دکھی ہے اب ہم اسے کہیں کہ چلی جاؤ تو بے چاری کا کتنا دل دکھے گا۔"

حذیفہ کا منہ دیوار کی طرف تھا لیکن اپنی ماں کی باتوں پر اس کی مسکراہٹ گہری ہوتی جا رہی تھی۔

"چلو اب غصہ ختم کرو۔" شمسہ نے اٹھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ برا سا منہ بنا کر ان کی طرف مڑا۔

"میرا بچہ!" شمسہ نے پیار سے اس کے گال پر ہاتھ پھیرا۔ "اب آرام کرو۔ تھک گئے ہوگے۔"

کلثوم نے بھی اس کا ماتھا چوم کر کہا تو ان دونوں کے جاتے ہی وہ کھل کر مسکرایا تھا۔

☆☆☆

وہ گہری نیند میں تھا جب اس کا موبائل بجا، اس نے آنکھیں کھول کر سائیڈ ٹیبل پر رکھے موبائل کو اٹھایا۔ اس نے میسج دیکھ کر ٹائم دیکھا جہاں دن کے گیارہ بج رہے تھے۔

جب وہ لاؤنج میں آیا تو حسب توقع سب موجود تھے اور اس کی توقع کے عین مطابق انابیہ ان کے درمیان پریشان بیٹھی تھی۔ اسے اندر آتا دیکھ کر اس کے چہرے پر واضح طور پر اطمینان نظر آیا تھا۔ جو کسی اور نے محسوس کیا ہو یا نہ کیا ہو طالب نے محسوس کیا تھا۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں؟" اس نے بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ انابیہ کو دیکھا جو ایک گھنٹے میں پہلی بار مسکرائی تھی۔ طالب دور ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا پہلے انابیہ کو اب حذیفہ کو دیکھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں بیا سے بات ہو رہی تھی۔"

"بڑی پیاری بچی ہے لیکن بہت کم گو ہے کب سے ہم ہی باتیں کر رہے ہیں۔"

اس سے پہلے رخسانہ کچھ مزید بولتیں قاسم بول پڑا۔

"باتیں کم کر رہے تھے۔ پڑتال زیادہ کر رہے تھے۔" وہ آنکھیں گھما کر بولا تو حذیفہ نے انابیہ کی طرف دیکھا جو سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"پھر کیا معلومات ملیں۔" حذیفہ نے بھی شرارتی انداز میں انہیں دیکھا۔

"پیاری بچی ہے۔" قاسم شرما کر بولا تو شمسہ نے زور سے چپت اس کے کندھے پر مارا۔

"ہر وقت کی شرارت اچھی نہیں ہوتی سوچ سمجھ کر بولا کرو۔"

"بھائی! میں نے غلط کیا کہا۔" وہ پھوپھو اور ماں کی خشمگیں نظریں دیکھ کر حذیفہ سے پوچھنے لگا تو وہ مسکرا کر انابیہ کو دیکھنے لگا۔

"بیا! ناشتا کیا تم نے؟"

"جی!"

"نیند ٹھیک آئی تھی کمرہ پسند آیا۔"

"جی۔"

"کتنا کم بولتی ہو تم لڑکی، گن کر چند الفاظ بولتی ہو ہماری نگین کو دیکھو، ایک سیکنڈ میں دس لائنیں بول لے۔" کلثوم کے کہنے پر وہ سب مسکرا دیے۔

"نگین نظر نہیں آرہی۔"

حذیفہ نے متلاشی نظروں سے ارد گرد دیکھ کر پوچھا۔

"کالج گئی ہے۔"

"اچھا!"

"تم ناشتا کر لو بیٹی! حذیفہ بھائی کے لیے ناشتا لگا دو۔"

کلثوم کے کہنے پر حذیفہ کھڑا ہو گیا لیکن ڈائننگ روم میں داخل ہوتے ہی طالب کو دیکھ کر ایک پل کے لیے حیران ہوا پھر مسکرا دیا۔

"بھائی آپ آفس نہیں گئے۔" وہ اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ تب ہی لتی نے اس کا ناشتہ ٹیبل پر رکھا۔

"نہیں آج موڈ نہیں تھا۔ کل کی تھکاوٹ اتری نہیں، تم بتاؤ آج خوب سوئے۔"

"جی میں بھی شاید زیادہ تھک گیا تھا،" وہ کہہ کر ناشتے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

☆☆☆

وہ یہاں آتے ہوئے بہت خوف زدہ تھی اور اس کا ڈرنا بنتا بھی تھا۔ اس نے اپنی زندگی کے اٹھارہ سال ایک گھر میں ایک شخص کی شفقت تلے گزارے تھے۔ جس نے اسے ہر سرد گرم سے بچا کر رکھا تھا۔

اتنی احتیاط کے باوجود غفران جیسے شخص کی نظر اس پر ٹھہر گئی۔

بابا بہت شریف انسان تھے اور بہت بزدل لیکن اس کے باوجود انہوں نے بہت عرصے ہر ایک کا مقابلہ کیا صرف اس آس میں کہ اس کی فیملی اسے لے جائے گی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بابا کے بعد یا تو وہ شاید خود کشی کر لیتی یا غفران کی ہوس کی بھینٹ چڑھ جاتی اگر حذیفہ اس کی زندگی میں نہ آتا اور اسے عزت سے

اپنے گھر نہ لاتا۔

اس کے اس احسان کی قیمت تو وہ شاید مر کر بھی نہیں چکا سکتی تھی۔ جتنا وہ اچھا تھا اتنے ہی اس کے گھر والے اچھے تھے۔

سوائے حذیفہ کے بھائی طالب کے پہلی ملاقات اس کی ہاسپٹل میں ہوئی تھی تب بھی اسے عجیب احساس ہوا تھا۔ لیکن بعد میں اسے پتا چلا وہ احساس ناپسندیدگی اور بے زاری کا تھا وہ شاید اسے اچھا نہیں سمجھا تھا۔

"یہ تم بیٹھے بیٹھے کہاں کھو جاتی ہو؟" نگین نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"باہر نکلو دیکھو موسم کتنا اچھا ہو رہا ہے۔"

نگین کے کہنے پر اس نے گلاس ڈور سے باہر نظر آتے لان کو دیکھا، جہاں پودے اور درخت تیز ہوا سے جھوم رہے تھے۔ وہ بے ساختہ مسکرائی۔

"ایسے موسم میں اندر بیٹھو تو گناہ ہوتا ہے۔" قاسم نے کھڑکی کے پاس جا کر اپنا فلسفہ بیان کیا۔

"چلو باہر چلتے ہیں۔"

"کہاں؟" قاسم کے کہنے پر نگین نے پوچھا۔

"لانگ ڈرائیو پر تم دونوں کو آئس کریم بھی کھلاؤں گا۔" اس کے لالچ پر نگین نے برا سا منہ بنایا۔

"مما نہیں جانے دیں گی۔ ماموں ممانی آرہے ہیں ہم چلے گئے تو وہ ناک بھوں چڑھائیں گے اور مما ہم پر بعد میں ناراض ہوں گی۔"

"چلو، پھر لان میں چل کر ہوا خوری کا مزہ لے لیتے ہیں۔"

قاسم کے کہنے پر نگین کھڑی ہوئی۔

"تم بھی چلو نا۔" اسے بیٹھا دیکھ کر نگین نے اس سے بھی کہا تو وہ سر ہلا کر کھڑی ہو گئی۔

باہر موسم واقعی بہت اچھا ہو رہا تھا۔ کسی بھی وقت بارش ہو سکتی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے گہرا سانس لیا۔ لیکن آنکھیں کھولتے ہی جھٹکا لگا، قاسم چہرے پر شرارتی مسکراہٹ لیے اس کے قریب کھڑا تھا۔ اس نے کچھ گھبرا کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ تب ہی اس نے ایک زندہ اچھلتا مینڈک اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا تو اس کے منہ سے نکلنے والی چیخ بے ساختہ تھی، وہ حواس باختہ ہو کر مڑی اور جتنا تیز ہو سکتا تھا بھاگی۔ تب ہی سامنے سے آتے شخص سے اس کی زوردار ٹکر ہوئی تھی سامنے والے کا تو پتا نہیں، الٹا تکلیف کے مارے اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا۔

ابھی وہ سنبھلی نہیں تھی جب سامنے والے نے اسے بازو سے پکڑ کر جھٹکے سے کھڑا کیا۔ بازو پر گرفت اتنی سخت تھی کہ وہ بے ساختہ پکڑنے والے کو دیکھنے پر مجبور ہوئی۔

"اندھی ہو یا مردوں سے ٹکرانے کا شوق ہے۔"

درد تو پہلے ہی تھا لیکن سامنے والے کے الفاظ پر بھرے جملے پر اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھر گئی تھیں۔ اس کے دیکھنے پر اس نے جھٹکے سے اسے پیچھے دھکیلا تھا، وہ بہت بری طرح گھاس پر گری تھی، درد کی ایک لہر پورے جسم میں دوڑ گئی تھی۔ اس کے دھکے میں ایک حقارت تھی کہ وہ دوبارہ اس کی طرف دیکھ نہیں سکی۔

"یہ تم ٹھیک ہو؟" قاسم گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گیا۔ اس نے تیزی سے آنسو صاف کیے اور ضبط کرنے کے لیے ہونٹ بھینچ لیے۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ گہرا سانس لے کر بمشکل بولی۔

"تو رو کیوں رہی ہو؟"

"وہ میں بھاگ رہی تھی تو پاؤں مڑ گیا۔"

"اوہ!" قاسم نے افسوس سے اس کا چہرہ دیکھا پھر اس کا پاؤں۔

"دکھاؤ۔" اس کا ہاتھ پاؤں کی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ بے ساختہ پیچھے ہٹی تھی۔

"نہیں اب ٹھیک ہے۔" وہ پورا زور لگا کر

کھڑی ہوئی۔ درد کنٹرول کرنے کے چکر میں اس کا سفید رنگ سرخ پڑ گیا تھا۔

"ایم سوری بیا! میں صرف مذاق کر رہا تھا۔" اسے بمشکل چلتا دیکھ قاسم پریشانی سے بولا۔

"کوئی بات نہیں، میں ٹھیک ہوں اب۔" اسے شرمندہ دیکھ کر وہ مروتاً بولی۔

"کب کسی نے اس کی اتنی پروا کی تھی۔"

"چلو، میں اندر لے جاتا ہوں۔"

"نہیں۔" وہ جلدی سے بولی۔ "میں چل سکتی ہوں۔" وہ کہہ کر قدرے تیز چلنے لگی۔

☆☆☆

دروازے پر ہونے والی دستک پر اس نے تیزی سے چہرہ صاف کر کے دروازے کی طرف دیکھا اگلے ہی پل دروازہ کھلا اور نگین اندر آئی تھی۔

"بیا! تم ٹھیک ہو۔" وہ پریشانی سے اس کا سرخ چہرہ دیکھتی اس کی طرف بڑھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔" اس نے مسکرا کر خود کو ٹھیک ظاہر کیا تھا۔

"پھر یہاں کیوں بیٹھی ہو، باہر آؤ مہمان آگئے ہیں۔"

نئے لوگوں سے ویسے ہی اس کی جان جاتی تھی۔ اس نے گھبرا کر نگین کو دیکھا۔

"میں کیا کروں گی وہاں جا کر، میں جانتی بھی نہیں انہیں۔" وہ ہچکچا کر بولی۔

"ارے میرے ماموں کی فیملی ہے اور انعم میری ہونے والی بھابھی بھی ہے اس سے ملواتا ہے تمہیں اور ممانے بھی کہا ہے تمہیں بلا کر لاؤں۔"

"اٹھو۔"

وہ کہنے کے ساتھ اسے بازو سے پکڑ کر اٹھانے لگی تو وہ چپ چاپ کھڑی ہو گئی۔ ویسے بھی ضد کرنا اسے آتا ہی نہیں تھا۔

وہ جب منہ دھو کر آئی تو نگین اسی کے انتظار میں کھڑی تھی۔ وہ دوپٹا اچھی طرح سر پر اوڑھ کر اس کے پیچھے باہر آگئی۔

لاؤنج میں گھر والوں کے علاوہ کچھ اجنبی چہرے بھی دکھائی دیے تو وہ ایک بار پھر گھبراہٹ کا شکار ہوئی اس نے دھیرے سے سلام کیا جواب کا تو پتا نہیں لیکن کافی نظروں کا احساس اسے اپنے چہرے پر ہوا تھا۔

"بھابھی! یہ بیا ہے بڑی پیاری بچی ہے۔"

رخسانہ نے اپنی بھابھی نفیسہ سے اس کا تعارف کروایا تو وہ چپ چاپ سنگل صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔ اس نے نظریں اٹھا کر کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ سب اپنی ہی باتوں میں مگن تھے۔ تب ہی اپنے دائیں طرف رکھے صوفے پر اس نے کسی کو بیٹھے محسوس کیا تو بے ساختہ گردن گھما کر دیکھا۔ وہ کوئی چھبیس ستائیس سال کا حذیفہ کی عمر کا لڑکا تھا، جو مسکراتے ہوئے بڑے غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں عمر ہوں حذیفہ کا دوست اور آپ!"

وہ کہہ کر رکا "پہلے آپ کو نہیں دیکھا۔"

"میں!" اس نے تھوک نگل کر سامنے دیکھا تو طالب اور حذیفہ اس کی طرف ہی دیکھ رہے تھے۔ وہ مزید گھبرا کر دوپٹا صحیح کرنے لگی۔

"بیا! کچن میں دیکھو سب ریڈی ہو گیا ہے تو لبنیٰ کے ساتھ کھانا لگوانے میں ہیلپ کرو۔"

حذیفہ کے کہنے پر وہ تیزی سے اٹھی تھی۔ عمیر نے حیرت سے اس کی تیزی دیکھی اس کے اٹھتے ہی نگین بھی انابیہ کے پیچھے گئی تھی تو اس کے ساتھ بیٹھی انعم منہ بناتی اٹھ کر طالب کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"حذیفہ یہ لڑکی کون تھی۔" عمیر کا تجسس ختم نہیں ہو رہا تھا۔

"میری کزن ہے۔" حذیفہ کے کہنے پر اس نے ابرو اچکائے۔

"پہلے تو تم نے کبھی ذکر نہیں کیا اور نہ کبھی میں نے پہلے دیکھا ہے۔" اس کی حیرت بجا تھی کیونکہ اس کا بچپن سے ان کے گھر آنا جانا تھا۔

"وہ پہلی بار یہاں آئی ہے۔" کہہ کر وہ مزید سوالوں سے بچنے کے لیے اٹھ گیا تھا۔

☆☆☆

گھریلو تقریب تھی لیکن پھر بھی ان سب نے مل کر خوب رونق لگادی تھی۔ زیادہ رونق قاسم اور عمیر کی وجہ سے تھی انعم کو انگوٹھی پہناتے ہی تالیوں کے بعد باتوں شرارتوں اور چھیڑ خانی کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ حذیفہ صوفے پر بیٹھا بغور سب کے خوش باش چہروں کو دیکھ رہا تھا۔

سب سے ہوتی اس کی نظر اس ہجوم سے دور کونے میں رکھے صوفے پر گئی۔ جہاں انابیہ بیٹھی مسکرا کر انہیں دیکھ رہی تھی۔ اس نے پہلی بار اسے اتنا خوش دیکھا تھا یقیناً وہ ان کے جملے اور شرارتیں انجوائے کر رہی تھی۔ حذیفہ نے نفی سے مسکراتے سر جھٹکا۔

"ارے تم دونوں کیوں اتنی دور بیٹھے ہو۔" اچانک عمیر کے کہنے پر سب کی نظریں حذیفہ اور انابیہ پر جا رکیں۔ عمیر کے یوں مخاطب کرنے پر وہ نظریں جھکا گئی جبکہ حذیفہ گہرا سانس لے کر کھڑا ہوا۔

"آنٹی! اب اس بیل کو بھی کھونٹے سے باندھ دیں کب تک یوں آزادی سے گھومے گا۔" عمیر کے کہنے پر کلثوم نے مسکراتی نظروں سے حذیفہ کو دیکھا۔

"تمہیں لگتا ہے میری خوشی برداشت نہیں ہو رہی۔"

حذیفہ کے کہنے پر قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

"سن رہی ہو تمکین! کیا بول رہا ہے۔" عمیر نے اب آگ لگانے کی کوشش کی تھی تمکین کا چہرہ پہلے ہی سنجیدہ ہو چکا تھا جیسے سب نے محسوس کیا تھا۔

"مذاق کر رہا ہے وہ" کلثوم جلدی سے بولیں۔

"ویسے بھی بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔" قاسم ماحول کا تناؤ کم کرنے کے لیے مزاحیہ انداز میں بولا۔

"بکرے کی ماں نہیں بکرے کا باپ" عمیر نے تصحیح کی۔

"تمکین! تمہیں بکری بنادیا اس نے۔" قاسم تمکین سے بولا تو وہ مسکرادی، وہ اس وقت اپنی وجہ سے کسی کا موڈ آف نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"بھئی حذیفہ! بتادو تم کب منگنی کرو گے۔" اب کے فضیلہ مامی نے پوچھا۔

"ممانی! میں ان سب جھنجٹوں میں نہیں پڑتا میں ڈائریکٹ شادی ہی کروں گا۔" اور ایک بار پھر سب نے شور مچادیا تھا۔

انعم نے تمکین کو ٹہوکا مارا تو وہ مسکرا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"اللہ کا واسطہ اب بس کریں پہنادی انہوں نے انگوٹھی ایک دوسرے کو، ہمیں کس بات کی سزا ہے۔ کھانا لگادیں اب۔" قاسم کی دہائی پر سب اس سے اتفاق کرتے ہوئے کھڑے ہوگئے۔

☆☆☆

"آپا ایک بات کرنی تھی۔" وہ ابھی ابھی سب سمیٹ کر اپنے کمرے میں جا رہی تھیں، جب فضیلہ نے انہیں روک لیا۔

"ہاں بولو فضیلہ" وہ قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

"آپا! بچوں کو لے کر بہت سے ارمان ہوتے ہیں اور خاص طور پر جب بچے اکلوتے ہوں۔ بے شک میری تین بیٹیاں ہیں لیکن سب ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔ انعم کی شادی کو لے کر ہمارے بہت سے ارمان ہیں اور انعم نے بھی بہت کچھ پلان کر رکھا تھا اور طالب بھی آپ کا اکلوتا بیٹا ہے مجھے لگا آپ بھی اپنی بہو کے سارے ارمان پورے کریں گی ہم لاکھوں خرچ کر کے یہاں فنکشن کرنے آئے تھے لیکن یہاں کیا ہوا۔ ایک انگوٹھی پہنائی وہ بھی گھر کے اندر اور چند تحائف کا تبادلہ ہوا بس، انعم کا دل بہت برا ہوا ہے۔ اور سچ بتاؤں تو میں اور آپ کے بھائی بھی خوش نہیں۔" کب سے تپی رخسانہ نے قدرے ناگواری سے انہیں دیکھا۔

"تمہیں گرینڈ فنکشن کی پڑی ہے فضیلہ! میں تو شکر کر رہی ہوں طالب مان گیا۔ اس انگوٹھی کو ہی غنیمت سمجھو، ورنہ وہ جو تم لوگ لاکھوں خرچ کر کے آئے تھے وہ ضائع جاتے۔ منگنی اتنی گرینڈ کرنے کی تک تو نہیں بنتی لیکن شادی کے فنکشن کرتے وقت میں اس گرینڈ فنکشن کا دھیان رکھوں گی۔"

ان کی رکھائی پر انہوں نے پہلو بدلا اور ساتھ ہی لہجہ بھی۔

"آپا! میں نے بڑی بہن سمجھ کر آپ سے دل کی بات کی ہے ورنہ مجھے پتا ہے انعم کو بہو بنانا آپ کی خواہش تھی۔"

تب ہی انابیہ وہاں سے جاتی نظر آئی لیکن لبنیٰ کی آواز پر رک گئی۔

"بیا باجی! یہ چائے حذیفہ بھائی کو دے دیں، وہ باہر لان میں بیٹھے ہیں، میں آنٹی کے ساتھ اسٹور روم میں کام کروا رہی ہوں۔"

لبنیٰ کے کہنے پر اس نے ٹرالی اسی کے ساتھ سے لے لی۔

"آپا ویسے بغیر تحقیق کے ایک جوان لڑکی کو گھر میں رکھنا ٹھیک ہے؟"

"تحقیق والی کیا بات ہے حذیفہ لے کر آیا ہے تو قابل اعتبار ہی ہوگی، دوسرا مجھے اپنے بچوں پر پورا بھروسا ہے۔" وہ لاپرواہی سے بولیں۔

"ویسے آپا! آپ بہت بھولی ہیں۔" وہ ہنس کر بولیں تو رخسانہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"مطلب!" فضیلہ جھک کر قدرے سرگوشی کے انداز میں بولیں۔

"آپا! کوئی یونہی اپنی جوان خوب صورت بیٹی کسی غیر آدمی کے ساتھ روانہ نہیں کر دیتا اور وہ بھی یہاں کیسے آرام سے رہ رہی ہے جیسے یہی اس کا گھر ہو۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو فضیلہ؟"

"جو میں کہنا چاہتی ہوں آپا وہ آپ کو برا لگے گا۔" رخسانہ نے گہرا سانس لے کر اپنا غصہ کنٹرول کیا۔

"کیا یہ فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ طالب اور حذیفہ ساتھ منگنی کریں گے، طالب نے تو کر لی پر حذیفہ کیوں آنا کانی کر رہا ہے ظاہر ہے اس کی نیت میں کھوٹ آچکا ہے، مجھے کیا آپ کے بھائی کو بھی لگتا ہے۔ حذیفہ کے منگنی سے انکار کی وجہ یہ لڑکی ہے اور مجھے تو یہ بھی لگتا ہے اس نے چھپ کر نکاح بھی کر رکھا ہے اس لڑکی سے تب ہی اسے گھر لے آیا ہے۔"

"حد کرتی ہو فضیلہ!" وہ جیسے زچ ہو کر کھڑی ہوگئیں اور ان کے جاتے ہی فضیلہ کے چہرے پر شاطرانہ مسکراہٹ آئی تھی۔

"اگر میں اور میری بیٹی خوش نہیں تو خوش آپ بھی نہیں رہو گی آپا جی!" وہ زیر لب دانت پیس کر بولیں۔

☆☆☆

وہ لان میں آئی تو وہ ٹہلتا ہوا کسی سے غصے میں بات کر رہا تھا۔ وہ کچھ گھبرا کر وہی کھڑی ہوگی۔ بات کرتے ہوئے وہ مڑا تو اس کے ماتھے پر بل واضح تھے۔ لیکن اس کو دیکھ کر نہ صرف وہ چپ کر گیا بلکہ اس کے چہرے کے تاثرات بھی بدلے تھے۔ فون بند کر کے وہ اس کی طرف آیا اور مسکرا کر کپ اٹھالیا۔

"تھینکس!" وہ اب بھی کچھ گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔

"دل لگ گیا یہاں؟" وہ چائے کا کپ لے کر لان میں رکھی کرسی پر بیٹھ گیا اور ہاتھ سے اپنے سامنے رکھی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"جی!" وہ اب خاموشی سے چائے کے گھونٹ لے رہا تھا۔

"تم ان لوگوں کے ساتھ نہیں گئیں۔" اس نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر سر نفی میں ہلایا۔

"کیوں کیا تمکین یا قاسم نے تمہیں ساتھ چلنے کو نہیں کہا؟" وہ سنجیدگی سے کرسی کی پشت چھوڑ کر آگے ہوا تو وہ گھبرا کر جلدی سے بولی۔

"نہیں۔ انہوں نے مجھے کہا تھا لیکن وہاں آپ کے دوست بھی تھے تو مجھے ٹھیک نہیں لگا۔"

"ہوں!" اس کی جھجک وہ سمجھ گیا جبکہ وہ کہہ نہیں سکی۔ تمکین کے ساتھ چلنے کہنے پر طالب کے چہرے پر جو ناگواری آئی تھی۔ اس لیے وہ ان کے

www.parhlo.com

ساتھ نہیں گئی تھی۔

"آپ کیوں نہیں گئے؟" اس کے سوال پر وہ چونکا اور پھر گہرا سانس لیا۔

"دل نہیں چاہا۔" اس کا لہجہ بے زار تھا۔

"کیا شکیل انکل کا فون آیا تھا؟" اس کے سوال پر حذیفہ نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"اگر آیا ہوتا تو میں تمہیں بتاتا لیکن اگر تم بات کرنا چاہتی ہو تو میں بات کروا دیتا ہوں۔" حذیفہ کے کہنے پر اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"تم انہیں مس کر رہی ہو۔" اس کے سوال پر وہ خاموش رہی تھی۔

"مجھے لگا تم یہاں ایڈجسٹ ہو چکی ہو لیکن لگتا ہے، تم اب بھی اداس ہو اگر واپس جانا ٹھیک ہوتا تو میں تمہیں ضرور لے جاتا۔" وہ اس کا اداس چہرہ دیکھ کر بولا۔

"بابا ہوتے تو کوئی بات بھی تھی، ان لوگوں کے ساتھ میں رہتی ضرور تھی۔ لیکن کبھی بھی کسی کے لیے ضروری نہ تھی اور نہ ہوں۔" وہ یاسیت سے بولی۔

حذیفہ اس سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کہہ نہ سکا، وہ دونوں اپنی جگہ خاموش بیٹھے تھے۔ تب ہی گیٹ کھلتے ہی دو گاڑیاں آگے پیچھے اندر داخل ہوئی تھیں۔ ان دونوں نے کار پورچ کی طرف دیکھا جہاں سے طالب، انعم، نگین اور قاسم نکلے تھے۔

طالب نے ان دونوں کو بیٹھا دیکھ کر ایک ناگوار نظر دونوں پر ڈالی اور اندر بڑھ گیا جبکہ وہ تینوں اسی طرف آگئے۔

"بیا! تمہیں بھی ہمارے ساتھ چلنا چاہیے تھا۔ اتنا مزہ آیا اور دیکھو ان دونوں نے کتنی شاپنگ کی ہے۔" قاسم نے قریب رکھے ڈھیر سارے شاپرز کی طرف اشارہ کیا۔

"مجھے کچھ خریدنا نہیں تھا۔" اس نے مسکرا کر قاسم کو جواب دیا۔ جبکہ نگین نے سنجیدہ نظروں سے حذیفہ کو دیکھا۔

"اگر آپ فری تھے تو ساتھ کیوں نہیں گئے" وہ اب حذیفہ سے پوچھ رہی تھی۔

"میں فری نہیں تھا ابھی تھوڑی دیر پہلے آیا ہوں۔" انعم نے مزہ لیتی کیفیت کے ساتھ نگین اور حذیفہ کے چہرے دیکھے اور تیسری گہری نظر انابیہ پر ڈالی، جو مسکراتے ہوئے دلچسپی سے قاسم کی بات سن رہی تھی۔

☆☆☆

"طالب کی یہی بات مجھے سب سے اچھی لگتی ہے کہ وہ کنجوس نہیں اور اپنوں کے لیے اس کا دل بہت بڑا ہے دیکھو نا، میں نے جس جس چیز پر ہاتھ رکھا اس نے انکار نہیں کیا۔" وہ اپنی ساری شاپنگ بیڈ پر پھیلائے نگین سے مخاطب تھی، جو تھوڑی الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔

"کہاں گم ہو بھئی؟" انعم کے پوچھنے پر وہ سر جھٹکتی اس طرف کی متوجہ ہوئی۔

"یہیں ہوں۔" وہ اپنے بیگ اٹھا کر الماری میں رکھتے ہوئے بولی۔

"ویسے حذیفہ مجھے کنجوس لگتا ہے۔ دیکھو نا، شاپنگ پر جانا تھا تو مصروفیت کا بہانا بنا کر انکار کر دیا۔ حالانکہ جب ہم آئے وہ فری بیٹھا تھا۔ بلکہ کتنے خوش گوار لہجے میں اس لڑکی سے باتیں کر رہا تھا۔ ہم سے تو کبھی نہیں کی۔ اس کی ریزرو نیچر لگتا ہے صرف ہمارے لیے ہے۔" انعم بولنے کے ساتھ نگین کے تاثرات بھی دیکھ رہی تھی۔

"حذیفہ بالکل کنجوس نہیں ہیں انعم آپی! اگر انہوں نے کہا ہے کہ انہیں آفس کا کام تھا تو یقیناً ایسا ہی ہوگا۔"

اس کا سنجیدہ لہجہ محسوس کر کے انعم ایک پل کے لیے گڑبڑا گئی تھی۔

"نگین ایک بات کہوں مائنڈ مت کرنا تمہاری بھلائی کے لیے کہہ رہی ہوں کیونکہ تم مجھے بہت پیاری ہو، تم صرف میری کزن ہی نہیں ہونے والی اکلوتی نند بھی ہو۔" اس کی اتنی تمہید سے نگین کو الجھن ہونے لگی تھی۔

"آپ کہیں آپی!"

"مجھے نا یہ لڑکی بیا ٹھیک نہیں لگتی۔ پتا نہیں تم لوگوں نے اتنی آسانی سے حذیفہ کی باتوں پر یقین کیسے کر لیا، چلو مان لیا جیسا حذیفہ کہہ رہا ہے ہو سکتا ہے، واقعی سچ مجبوری میں، حذیفہ کو اس کی ذمہ داری لینی پڑی لیکن ہیں تو دونوں ایک دوسرے کے لیے غیر اور حذیفہ کا رویہ اس کی طرف کچھ زیادہ ہی کیئرنگ ہے۔ لڑکی خوب صورت بھی بہت ہے، میرے خیال میں تم لوگوں کو اس بات کو سیریس لینا چاہیے بجائے اس کے کہ تم اسے حذیفہ سے دور کرنے کا سوچو تم اس سے دوستی گانٹھ کر بیٹھ گئی ہو۔

کل کو یہ نہ ہو کہ یہ لڑکی مظلومیت کی آڑ میں حذیفہ کے دل و دماغ پر قبضہ کرنے کے بعد تمہاری جگہ اس کی زندگی میں مضبوط رشتے سے داخل ہو جائے اور اگر حذیفہ ایسا کر لیتا ہے تو کیا کر لو گے تم لوگ۔"

آخر میں اس نے زیر لب مسکراتے ابرو اچکا کر نگین کا چہرہ دیکھا جس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔

☆☆☆

وہ کب سے کھڑکی کے پاس کھڑی بظاہر سامنے نظر آتے لان کو دیکھ رہی تھی لیکن دماغ مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اس کو یہاں آئے دو ماہ سے زیادہ ہو گئے تھے۔

شروع میں اسے اجنبی جگہ اور اجنبی لوگوں کو لے کر جو ڈر تھا وہ اس گھر کے مکینوں کے شفقت آمیز رویے کی بدولت بالکل ختم ہو چکا تھا، صرف طالب کا رویہ اس کے ساتھ بہت برا تھا۔ وہ شاید اپنے گھر والوں کی وجہ سے اسے برداشت کرنے پر مجبور تھا ورنہ اس کا بس چلتا تو اسے کھڑے کھڑے گھر سے دھکے دے کر نکال دیتا لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ کافی عرصے سے نگین کا رویہ اس کے ساتھ ٹھیک نہیں تھا۔ بہت دوستی تو پہلے بھی نہیں تھی۔ لیکن اچھی بات چیت تھی۔

طالب کی منگنی کے بعد اس کے رویے میں واضح تبدیلی آئی تھی۔ وہ اپنا زیادہ وقت انعم کے ساتھ گزارتی تھی۔ انابیہ کی موجودگی میں یا تو وہ اسے اگنور کر دیتی یا وہاں سے اٹھ کر چلی جاتی۔

پہلے تو اس نے انعم کی وجہ سے زیادہ غور نہیں کیا کہ وہ کزن ہونے کے ساتھ اس کی ہونے والی بھابھی تھی تو وہ زیادہ ٹائم اسے ہی دے رہی ہے لیکن انعم کے جانے کے بعد بھی وہ اس سے بات ہی نہیں کر رہی تھی۔ اگر وہ اسے بلاتی تو اس کا رویہ بہت خشک سا تھا۔ اور کچھ ایسا ہی رویہ رخسانہ کا بھی تھا۔ وہ انعم نگین کی طرح اسے اگنور نہیں کر رہی تھیں لیکن جیسے بہت شفقت سے پیش آتی تھیں ویسا رویہ نہیں تھا۔

وہ بے حد پریشان ہو چکی تھی۔ ایک بار پھر دربدر ہونے کا خوف اس کے اندر پنجے پھیلا کر بیٹھ گیا تھا۔ اس گھر کے علاوہ تو اس کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی اس سے کیا غلطی ہوئی کیوں رخسانہ اور نگین اس سے اتنے بے زار ہیں، کیا طالب نے انہیں اس سے بات کرنے کو منع کیا ہے۔

وہ پہلے بھی چھوٹے چھوٹے کام کرتی تھی لیکن رخسانہ کلثوم اور شمسہ منع کر دیتی تھیں۔ لیکن اب اسے محسوس ہو رہا تھا مہمان دو چار دن ہوتا ہے۔ اسے تو یہ بھی پتا نہیں تھا اس گھر میں اس کا قیام کتنے عرصے تک ہے۔

گھر والوں کو خوش رکھنے کے لیے اس نے کئی کاموں کی ذمہ داری اپنے سر لے لی تھی کیونکہ دو وقت کی روٹی بھی اب اسے اپنے حلق میں اٹکتی محسوس ہوتی تھی۔

وہ اب اپنا زیادہ وقت کچن میں لیتی کے ساتھ یا اپنے کمرے میں گزارتی تھی۔ اور اس کی اتنی لمبی غیر حاضری کو کوئی محسوس ہی نہیں کرتا تھا سوائے حذیفہ کے کیونکہ وہ آفس سے آ کر ضرور اس کا پوچھتا تھا تو اسے باہر آنا پڑتا تھا اور پھر رخسانہ اور نگین کی نظروں سے گھبرا کر دوبارہ کچن میں پناہ لیتی تھی۔

یہ بھی اچھا تھا کہ حذیفہ نے اب اسلام آباد کے بجائے لاہور کے آفس کو جوائن کر لیا تھا اس کے

ہونے سے انابیہ تو کسی ہوئی سی۔ ین چھ دنوں سے اسے بلانے کا تکلف بھی نہیں ہو رہا تھا۔ کیونکہ حذیفہ ملک سے باہر گیا تھا۔ ایسے میں صرف قاسم اور شمسہ تھے جو اس سے بات کر لیتے تھے ان کا رویہ اس کے ساتھ ٹھیک تھا۔ وہ تھک گئی تھی پتا نہیں کب زندگی اس پر مہربان ہوگی۔

☆☆☆

دھیرے سے دروازہ کھول کر وہ اندر آئی تو کلثوم نے گردن گھما کر دروازے کی طرف دیکھا۔

"السلام علیکم!" انہوں نے زیرلب جواب دیا تو وہ دھیرے دھیرے چلتے ان کے بیڈ کے قریب آ کر رکی۔

"آپ نے رات کو بھی کھانا نہیں کھایا صبح بھی ناشتا نہیں کیا۔ طبیعت ٹھیک ہے آپ کی۔"

اس نے بے اختیار ہاتھ بڑھا کر ان کا ماتھا چھوا۔

"آپ کو بخار ہے۔" وہ پریشانی سے بولی۔

"اب تو بہتر ہوں!" وہ بمشکل بولیں۔

"بہتر نہیں، میں رخسانہ آنٹی سے پوچھ کر کوئی میڈیسن لے کر آتی ہوں۔"

وہ کہہ کر تیزی سے باہر نکلی، لاؤنج میں اسے کوئی نظر نہیں آیا تھا وہ کچن میں آ گئی جہاں لبنی اور اس کی اماں کام کر رہی تھیں۔

"لبنی! شمسہ آنٹی اور رخسانہ آنٹی نظر نہیں آ رہی۔"

"وہ کسی فوتگی پر گئے ہیں۔"

"اوہ" وہ سر جھکا کر رہ گئی قاسم اور نگین یونی ورسٹی گئے تھے اور طالب بھی آفس تھا۔

"آنٹی کی طبیعت ٹھیک نہیں تو کوئی میڈیسن ہے؟" لبنی اور سکینہ کام چھوڑ کر اسے دیکھنے لگیں۔

"اللہ!" سکینہ نے بے ساختہ ہاتھ سر پر مارا۔ "باجی مجھے کہہ کر بھی گئی تھیں انہیں کچھ کھلا کر دوائی دے دوں، کام کے دوران میرے ذہن سے نکل گیا۔"

"اماں!" لبنی نے ناراضی سے ماں کو دیکھا۔

"آپ مجھے بتا دیں کیا کھانا ہے۔ اور کون سی دوائی دینی ہے۔"

"آپ چلیں میں لے کر آتی ہوں۔" لبنی ہونٹ چباتے بولی تو وہ ایک باؤل میں پانی لے کر کمرے میں آئی اور پریشانی سے ان کا سرخ چہرہ دیکھنے لگی۔ تب ہی لبنی ٹرے لے کر کمرے میں آ گئی۔

"لبنی مجھے کوئی رومال یا تولیہ دے دو۔"

"جی!" وہ اسے ٹرے پکڑا کر الماری کی طرف مڑ گئی۔

"آنٹی" اس کے پکارنے پر انہوں نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔

"تھوڑا سا کھالیں۔" انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے منع کیا۔

"آنٹی کچھ کھائیں گی نہیں تو دوائی کیسے لیں گی۔ تھوڑا سا کھالیں۔" اس نے انہیں سہارا دے کر بٹھایا اور آہستہ آہستہ دلیہ کھلانے لگی۔

"بس۔" تھوڑا سا کھا کر انہوں نے منع کر دیا تو اس نے زبردستی دو چمچے مزید انہیں کھلائے اور پھر انہیں دوائی کھلائی، لبنی کے جانے کے بعد وہ ان کے قریب بیٹھ گئی اور رومال پانی میں بھگو کر ان کے ماتھے پر رکھتی رہی۔

کافی دیر بعد اس نے ان کا ماتھا چیک کیا ٹمپریچر نارمل لگ رہا تھا۔ وہ کرسی گھسیٹ کر بیڈ کے قریب بیٹھ گئی۔ اسے لگا کسی نے اس کا نام لیا ہے، اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔

"پانی!" کلثوم کے کہنے پر اس نے تیزی سے پانی کا گلاس ان کے منہ سے لگایا۔

ان کو لٹا کر اس نے دوبارہ ماتھا چیک کیا۔

"اب بخار نہیں لگ رہا۔" وہ ان کو دیکھ کر کہنے لگی جواب آنکھیں کھول کر اسے دیکھ رہی تھیں، ان کے چہرے سے لگ رہا تھا وہ اب بہتر ہیں۔

"آپ کے لیے کچھ لاؤں۔"

"منہ کڑوا ہو رہا ہے۔" وہ منہ بنا کر بولیں تو وہ

مسکرادی۔

"آپ بتائیں کیا کھائیں گی میں وہی بنالاتی ہوں۔"

"میٹھا کھانے کو دل کر رہا ہے۔"

"کھیر بنالوں۔"

"تم بناؤ گی۔"

ان کے سوال پر وہ مسکرائی۔

"جی؟"

"کوکنگ آتی ہے تمہیں؟"

وہ حیران ہوئیں اور ان کا حیران ہونا اس کے لیے حیرت کا باعث تھا۔

"مجھے سب بنانا آتا ہے۔"

"اچھا!"

"میں بنا کر لاتی ہوں۔" وہ تیزی سے اٹھی دروازہ کھولتے قاسم نظر آیا اس نے حیرت سے اسے دیکھا اور پھر بیڈ پر لیٹی ماں کو اس کے اندر جاتے ہی وہ باہر آ گئی تھی۔

کھیر کا پیالہ لے کر وہ کمرے میں آئی تو سب موجود تھے۔ سب کی موجودگی کی وجہ سے وہیں رک گئی۔

"آؤ بیٹا!" کلثوم نے اسے پکارا جواب بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے کافی بہتر نظر آ رہی تھیں۔ ان کے آتے ہی قاسم نے اٹھ کر اسے بیٹھنے کو جگہ دی تھی۔ اس نے چمچہ بھر کر انہیں دیا۔ انہوں نے دوسرا چمچہ لیتے ہوئے غور اسے دیکھا۔

"تم نے بنائی ہے؟" بہت زبردست، اتنی اچھی کھیر میں نے پہلے کبھی نہیں کھائی۔" ان کے کہنے پر اس نے ان کا چہرہ دیکھا کہ یہ تعریف تھی یا مذاق لیکن وہ سنجیدہ تھیں۔

"ہیں واقعی!" قاسم فوراً اٹھ کر اس کے قریب آیا چمچے سمیت اس کا ہاتھ پکڑ کر منہ میں ڈالا اور پوری آنکھیں کھولیں۔

"واقعی لڑکی تمہارے ہاتھ میں تو ذائقہ ہے۔ بڑی ماما پھوپھو تعریف کریں نا۔" وہ جلدی سے بولا۔

"میں اور لے کر آتی ہوں آپ یہ آنٹی کو کھلا دیں۔"

وہ اب اتنی تعریف پر شرمندہ ہو رہی تھی۔

"نگین! تم بھی کچھ سیکھ لو۔" نگین جو پہلے ہی انابیہ کی تعریف پر کڑھ رہی تھی قاسم کا کہنا جلتی پر تیل کا کام کر گیا تھا۔ اس نے غصے سے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن تب ہی نظر اپنی ماں پر پڑی جنہوں نے آنکھیں نکال کر اسے چپ رہنے کی تلقین کی تھی۔

☆☆☆

اس نے دیگچی کا ڈھکن اٹھا کر دیکھا اور مطمئن ہو کر چولہا بند کر دیا۔ اور یخنی نکال کر باؤل میں ڈالی۔ وہ اپنے گھر میں سارے کام کرتی تھی۔ لیکن فوزیہ کبھی اس سے خوش نہیں ہوئی تھیں۔ یہاں اس نے صرف ایک کھیر بنائی تھی اور سب کتنے خوش ہوئے تھے تعریف کس کو اچھی نہیں لگتی اور مثبت تعریف تو آپ کے لیے انرجی کا کام کرتی ہے جیسے اس میں آ گئی تھی۔

اس نے دل لگا کر یخنی بنائی تھی اور باقی گوشت کو اچھی طرح بھون کر پلیٹ میں سجایا وہ ٹرے لے کر نکلنے لگی جب نگین اندر داخل ہوئی۔ انابیہ نے مسکرا کے دیکھا لیکن اگلے ہی پل اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔ کیونکہ نگین نے چھیننے کے انداز میں ٹرے اس کے ہاتھ سے کھینچی تھی۔

"یہ ہمارا گھر ہے اور یہ گھر والے میرے ہیں، تم یہاں مہمان ہو تو مہمان بن کر رہو۔ حذیفہ کی مما کے سامنے زیادہ اچھا بننے کا ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرح کر کے تم حذیفہ کا دل جیتنا چاہتی ہو نا؟"

نگین کے اتنے سخت انداز پر وہ ہکا بکا اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ اگلے پل اس کی آنکھوں میں آ جانے والے آنسوؤں کی وجہ سے سامنے کا منظر دھندلا گیا تھا اس کے جاتے ہی وہ گہرا سانس لے کر مڑی اور لبنی کو دیکھ کر اس کا دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

لبنیٰ خود نگین کی باتیں سن کر ہکا بکا رہ گئی تھی۔ دونوں ہی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھیں۔ تب ہی قاسم کچن میں آیا تھا۔

"لبنیٰ کیا کر رہی ہو۔" وہ جلدی میں لگ رہا تھا۔

"بھائی روٹیاں پکانے لگی تھی۔"

"اچھا..... بیا! یار تین کپ چائے ساتھ کچھ اسنیکس بنا کر ڈرائنگ روم میں بھجوا دو گیسٹ آئے ہیں۔"

"جی۔"

"باجی! آپ جائیں میں کرلوں گی۔" لبنیٰ کو پتا نہیں کیوں اس سے شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔

"کوئی بات نہیں میں تمہاری مدد کروا دیتی ہوں۔" چائے کا پانی رکھ کر وہ کباب اور نگٹس فرائی کرنے لگی۔ ٹرالی میں سب چیزیں سیٹ کر کے اس نے دروازے کے قریب کھڑے ہو کر قاسم کو آواز دی "بیا آجاؤ عمیر رہی ہے۔"

قاسم کے کہنے پر وہ ہونٹ چباتی اندر داخل ہوئی اور کسی کی طرف نظر اٹھائے بغیر ٹرالی وہاں رکھ کر پلیٹیں ٹیبل پر رکھیں۔

"کیسی ہو بیا؟" عمیر کے پوچھنے پر اس نے سر ہلایا اور جلدی سے مڑ گئی۔

ابھی وہ کچن میں پہنچی ہی تھی جب طالب آندھی طوفان بنا کچن میں داخل ہوا۔

"چائے تم نے بنائی ہے۔" اس کی مخاطب لبنیٰ تھی جو اسے غصے میں دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔

"نہیں بھائی! بیا باجی نے۔"

"کیوں جب تم کو کہا تھا تو اس کو کیوں کہا۔ نہیں نوکری کرنی تو بتا دو۔"

"سوری بھائی!" وہ شرمندہ ہو کر بولی۔ تو اس نے قہر بھری نظر اس پر ڈالی۔

"اور تم حد میں رہو اپنی، یہ اچھے ہونے کا ڈرامہ حذیفہ کے سامنے کرنا۔"

اس کے پلٹتے ہی انابیہ کا صبر جواب دے گیا تھا اور دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی لبنیٰ نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"باجی پلیز چپ کر جائیں۔ مجھے معاف کر دیں۔ میری غلطی ہے۔ مجھے آپ کو کام کا نہیں کہنا چاہیے تھا۔" لیکن وہ چپ نہیں ہو رہی تھی۔

"باجی پلیز۔" لبنیٰ کی روہانسی آواز سن کر اس نے بمشکل خود کو کنٹرول کیا۔ لیکن دروازے میں کھڑے قاسم کو دیکھ کر وہ سر جھکا کر تیزی سے اس کی سائیڈ سے نکل گئی اور پھر رات تک کمرے سے باہر نہیں نکلی۔

☆☆☆

سب کی ملامتی نظریں خود پر محسوس کر کے اس نے غصے اور ناراضی سے قاسم کو گھورا جس کی چغل خوری کی وجہ سے سب اسے لعنت ملامت کر رہے تھے۔

"یہ کون سا طریقہ ہے طالب! کسی لڑکی سے بات کرنے کا، میں نے پہلے بھی کئی بار محسوس کیا ہے۔ تمہارا رویہ اس کے ساتھ بہت روڈ ہے۔ کیا پرابلم ہے تمہیں اس سے۔"

شمسہ پھوپھو کے ماتھے پر بل تھے۔ اس کی خاموشی پر شمسہ کو غصہ آ رہا تھا۔

"بھابھی آپ کچھ نہیں کہیں گی۔" اب کی بار انہوں نے رخسانہ سے کہا۔

"طالب! کچھ پوچھا ہے تم سے۔"

"مجھے وہ بالکل پسند نہیں۔" وہ بے زاری سے بولا۔

"وجہ؟" شمسہ کے ماتھے پر بل تھے۔

"کیونکہ آپ لوگ اس کا اصلی چہرہ نہیں دیکھ سکتے جو مجھے نظر آتا ہے۔"

"بس کرو طالب! کیسی فضول باتیں کر رہے ہو۔" اب کے کلثوم بھی نقاہت بھری آواز میں بولیں "اتنی نیک اور پیاری بچی ہے۔ صورت سے اس کی سیرت نظر آتی ہے۔"

"آپ لوگ صورت سے ہی دھوکا کھا رہے

ہیں۔" وہ اب بھی اپنی بات پر اڑا تھا۔

انابیہ خاموش بیٹھی سن رہی تھی اسے ڈر تھا کہیں اس نے اس کے مس بی ہیو کے بارے میں نہ بتا دیا ہو لیکن فی الحال کلاس طالب کی لگ رہی تھی لیکن وہ بھی اپنے بھائی سے اتفاق کرتی تھی۔

"ہم نے یہ تربیت تو نہیں کی تھی طالب!" شمسہ نے افسوس سے اس کے ہٹ دھرم انداز کو دیکھا۔

"غیر لڑکی کو گھر میں رکھنے کی سینس کیا بنتی ہے۔" وہ جھنجھلا کر بولا۔

"یہ گھر حذیفہ کا بھی ہے طالب اور وہ اس کی مہمان ہے اور وہ اسے یہاں اپنی ذمہ داری پہ لایا ہے، اس طرح کا سلوک کر کے تم اپنے بھائی کو ذلیل کر رہے ہو۔" کلثوم کو اب غصہ آ گیا تھا۔ طالب ہونٹ بھینچ گیا تھا۔

"ہمارا تجربہ تم سے زیادہ ہے۔ ہمیں بھی لوگوں کی پہچان ہے۔" شمسہ پھوپھو کے کہنے پر وہ انگلی سے پیشانی مسلنے لگا تھا۔

"اب میرے لیے کیا حکم ہے۔" وہ گہرا سانس لے کر تحمل سے سب خواتین کو دیکھنے لگا۔

"اگر وہ تمہیں پسند نہیں تو اپنی ناپسندیدگی خود تک محدود رکھو یہ یاد رکھو، وہ ہمارے گھر مہمان ہے۔" شمسہ کے کہنے پر اس نے گہرا سانس لیا اور کھڑا ہو گیا۔

دروازے پر ہونے والی دستک پر اس نے بمشکل دکھتی آنکھوں کو کھولا اور جلدی سے اٹھی دروازے پر قاسم کو دیکھ کر وہ سر جھکا گئی جبکہ قاسم اس کی سوجی آنکھیں دیکھ کر شرمندہ ہوا۔

"مما بلا رہی ہیں۔"

"مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔" وہ پریشانی سے بولی۔

"ایسے کیوں کہہ رہی ہیں۔" اس کی پریشانی قاسم کو بری لگی تھی۔ "چلو۔" کہہ کر وہ مڑا تو وہ بھی اس کے پیچھے چلنے لگی۔

"کہاں چلی گئی تھیں بیا! کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔" اس کے اندر داخل ہوتے ہی کلثوم بے تابی سے بولیں تو ان کے انداز میں پیار محسوس کر کے اس کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔

"ادھر آؤ میرے پاس۔" انہوں نے اپنے قریب بیڈ پر اشارہ کیا تو وہ ان کے قریب بیٹھ گئی۔

"مما دیکھیں، یہ کتنا روئی ہے۔ آنکھیں دیکھیں اس کی۔" قاسم نے ماں کے قریب لیٹتے ہوئے اس کی جھکی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔

کلثوم نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا جو پلکیں تیزی سے جھپکاتے ہوئے آنسو روک رہی تھی۔ کلثوم نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"بیٹا! طالب نے جو بات کی ہے اس کے لیے ہم سب نے اسے بہت ڈانٹا ہے وہ شرمندہ ہے بیٹا، وہ دل کا برا نہیں، پتا نہیں وہ ایسے کیوں بولا، بہرحال آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔" انہوں نے کہنے کے ساتھ اس کے دونوں ہاتھ ہونٹوں سے لگائے تو اس نے چونک کر انہیں دیکھا اور آنسو تیزی سے اس کے گالوں پر پھیلے تھے انہوں نے اس کا سر سینے سے لگا لیا اور آہستہ آہستہ اس کا سر تھپتھپانے لگیں تو اس کے رونے میں روانی آ گئی تھی۔

"بیا! تم تو اتنی بہادر بچی ہو مجھے اندازہ ہے تمہارا دل دکھا ہے ہم نے ڈانٹ دیا ہے اسے اب تم ایسے روؤ گی تو میں ابھی اسے بلا کر تمہارے سامنے دو جوتے لگاؤں گی۔" اب اس کا رونا سسکیوں میں بدلنے لگا تھا۔

"قاسم! جاؤ طالب کو بلا کر لاؤ۔" اسے چپ نہ ہوتا دیکھ کر انہوں نے غصے سے کہا اور قاسم چھلانگ لگا کر اٹھا تو اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"نہیں پلیز میں چپ ہوں۔" اس نے تیزی سے آنسو صاف کیے تو قاسم اور کلثوم بے ساختہ مسکرائے تھے۔

"آج جس طرح سے تم نے میرا خیال رکھا میرا سر دبایا، میرے لیے اپنے ہاتھ سے کھانا بنایا اور مجھے بچوں کی طرح کھلایا اور جب تک میں لیٹی رہی تم

میرے پاس بیٹھی رہیں مجھے لگا میری بیٹی میرے پاس موجود ہے۔" وہ خوش ہو کر قاسم کو بتا رہی تھیں جبکہ وہ شرمندہ ہو رہی تھی۔ وہ اس سے زیادہ فوزیہ اور فوزیہ کی بیٹیوں کے لیے کرتی تھی لیکن کبھی کسی نے شکریہ کا ایک لفظ نہیں کہا تھا۔

"مجھے تو آج لگ رہا تھا کہ مجھے ہمیشہ بیٹی کی کمی محسوس ہوتی تھی، وہ آج پوری ہو گئی۔"

ان کے کہتے ہی خود پر اس کا کنٹرول ختم ہوا تھا وہ ان کے سینے پر سر رکھ کر رونے لگی تھی۔

کلثوم نے بھی آب دیدہ ہو کر اسے بازوؤں کے حلقے میں لے لیا تھا۔ جبکہ دودھ گرم کر کے لے کر آتی نگین سب سنتی دروازے پر رک گئی تھی۔ اسے ایک دم بیا بہت بری لگنے لگی تھی۔ اسے اتم کی باتیں ٹھیک لگ رہی تھیں جبکہ طالب بھی بیا کے ساتھ اپنے سلوک کے لیے حق بجانب لگ رہا تھا۔ وہ اپنے تاثرات نارمل کرتی اندر داخل ہوئی۔

"یہ دیکھو میری دوسری بیٹی بھی آ گئی۔" کلثوم اسے دیکھ کر خوش ہوئیں۔

"آپ کی بیٹی صرف میں ہوں۔" اس نے مسکرا کر کہا لیکن اس کے لہجے میں ناراضی سب کو صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"ہاں تم ہی میری بیٹی ہو۔" کلثوم نے اس کی ناراضی محسوس کر کے بات بدل دی۔

"قاسم! بیا کو باہر لے جاؤ، تھوڑا موڈ بدل جاتا ہے۔"

"نہیں آنٹی! میں ٹھیک ہوں۔" وہ گھبرا کر بولی۔ اکیلے قاسم کی ساتھ نہیں جانا چاہتی تھی۔

"مجھے پتا ہے تم ٹھیک ہو لیکن باہر کا چکر لگاؤ۔ دو ماہ سے گھر میں ہی بند ہو۔"

"چلو بیا! مزہ آئے گا۔ آئس کریم کھلاؤں گا۔" قاسم نے اسے لالچ دیتے ہوئے کہا تو اس نے نگین کی طرف دیکھا۔

"نگین تم بھی چلو۔"

"نہیں تم جاؤ میں چھوٹی مما کے پاس رکوں گی چھوٹی مما میں آپ کے پاس سو جاؤں۔" اس نے نخوت سے کہہ کر کلثوم سے پوچھا۔

"بیٹا میں ٹھیک ہوں۔ تم کیوں اپنی نیند خراب کرو گی۔"

"نہیں ہو گی خراب۔" وہ کہہ کر بیڈ پر چڑھ گئی۔ مطلب وہ ان کے ساتھ سوئے گی۔

"چلو تم تو اٹھو۔" قاسم نے اسے بیٹھتے دیکھ کر کہا۔

"جاؤ بیٹا!" کلثوم کے کہنے پر اسے مجبوراً اٹھنا پڑا تھا۔ جبکہ نگین ان کے جاتے ہی کلثوم سے باتیں کرنے لگی۔ دھیان بار بار کھڑکی کی طرف جا رہا تھا۔ اسے پتا تھا رات کو حذیفہ اپنی ماں کو ضرور فون کرتا ہے اور اس کی یہاں موجودگی کا مطلب ہی یہی تھا کہ حذیفہ کو پتا چلے کہ وہ اس کی ماں کے ساتھ ہے۔

☆☆☆

آج سنڈے تھا سو سب آج لیٹ اٹھے تھے۔ سو ناشتا بھی لیٹ ہو رہا تھا۔ وہ ڈائننگ روم میں آیا تو زبردست خوشبو اس کی ناک سے ٹکرائی تو ایک دم اس کی بھوک چمک اٹھی۔

"واہ آج تو کمال ہو گیا۔" اس نے خوش گوار حیرت سے ٹیبل پر رکھے پراٹھے کو دیکھا جو قاسم کے آگے رکھا تھا اس نے جھک کر ایک نوالہ توڑ کر منہ میں رکھا۔

"زبردست۔" پتا نہیں کتنے سالوں بعد وہ آلو کا پراٹھا کھا رہا تھا۔ وہ کرسی گھسیٹ کر قاسم کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اور بڑی رغبت سے کھانے لگا۔

"یہ لبنیٰ اتنی اچھی کب سے ہو گئی کہ اتنے اہتمام کے ساتھ ناشتا بنائے وہ تو جلے ہوئے توس اور کالی چائے بنا کر ہم پر احسان کرتی ہے۔"

طالب نے کھاتے ہوئے مذاق کیا تھا۔ تب ہی انابیہ پراٹھے والی پلیٹ لے آئی اور طالب پر نظر پڑتے ہی بڑے بے ساختہ انداز میں رکی۔

"لاؤ یار۔" قاسم کے کہنے پر اس نے پراٹھا اس کی پلیٹ میں رکھا۔

"بھائی! لبنیٰ اتنی اچھی اب بھی نہیں ہوئی۔ یہ بیا نے بنایا ہے۔"

قاسم کے کہنے پر منہ کی طرف جاتا طالب کا ہاتھ وہی رک گیا تھا۔ نوالہ اس نے واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔ قاسم نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ کہتا۔ طالب نے غصے سے لبنیٰ کو آواز دی۔

"جی بھائی!" وہ تیزی سے باہر آئی۔

"میرے لیے ناشتا لے کر آؤ۔"

"پراٹھا لے آؤں بھائی!" طالب نے ماتھے پر بل ڈال کر اسے دیکھا۔

"آملیٹ اور کافی کا ایک کپ اور تم بناؤ۔"

آخر میں اس نے تم پر زور دے کر کہا تو لبنیٰ کے مڑتے ہی وہ بھی شرمندہ ہو کر واپس کچن میں آئی۔ قاسم خاموشی سے اپنا ناشتہ کرنے لگا۔

☆☆☆

وہ کپڑے تبدیل کر کے آیا تو لاؤنج میں نگین، رخسانہ اور شمسہ بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ اس نے بیٹھتے ہوئے اردگرد نظریں گھمائیں۔

"قاسم کہاں ہے؟"

"وہ پچھلے لان میں ہے۔"

"کیوں۔" وہ حیران ہوا۔

"بیا کے ساتھ کچھ بنا رہا ہے۔" شمسہ ہنستے ہوئے بولیں۔

"آپ لوگوں نے کیا کچن اس لڑکی کے نام کر دیا ہے۔" وہ ماتھے پر بل ڈال کر بولا۔

"لبنیٰ اور سکینہ اماں کس لیے ہیں۔ اور قاسم اسے کیا باورچی بننا ہے جو ہر وقت کچن میں گھسا رہتا ہے۔" شمسہ اور رخسانہ نے حیرت سے اس کا غصہ دیکھا۔

"سارا کام لبنیٰ اور سکینہ ہی کرتی ہیں۔ بیا بس شوق سے کچھ بنا لیتی ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ اس ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے۔"

"لیکن مجھے بالکل پسند نہیں وہ لڑکی ہر جگہ گھومتی رہتی ہے آپ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا، وہ ہر چیز میں گھس کر کیا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"طالب تم پھر شروع ہو گئے۔" شمسہ نے افسوس سے اسے دیکھا تو وہ ضبط کے مارے مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔ تب ہی لبنیٰ چائے لے کر اندر آئی کپ ٹیبل پر رکھ کر وہ مڑنے لگی تھی جب رخسانہ نے اسے پکارا۔

"لبنیٰ حذیفہ اگر اٹھ گیا ہے تو اسے کہو چائے تیار ہے۔"

"آنٹی حذیفہ بھائی تو کب کے اٹھ گئے ہیں۔" وہ پیچھے لان میں قاسم بھائی اور بیا باجی کے ساتھ ہیں۔"

شمسہ اور رخسانہ نے سر ہلا کر کپ اٹھا لیا جبکہ نگین اور طالب کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔ نگین کچھ دیر تو ضبط کر کے بیٹھی رہی پھر کپ رکھنے کے بجائے اٹھ کر کچن کی طرف چل دی۔

"جالی والا دروازہ کھول کر وہ باہر آئی تو وہ تینوں کسی بات پر ہنس رہے تھے۔ جبکہ سامنے باربی کیو کا اہتمام تھا، انابیہ گوشت کو مسالا لگا رہی تھی۔ قاسم اسے سنکوں میں پرو رہا تھا جبکہ حذیفہ انہیں کوئلوں پر بھون رہا تھا اور کچھ فاصلے پر کلثوم بیٹھی ان کو دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں۔ کمپلیٹ ہیپی فیملی والی فیلنگ آ رہی تھی۔ جس نے نگین کی آنکھوں میں مرچیں بھر دی تھیں۔"

اس نے جھٹکے سے دروازہ کھولا اور سب کے دیکھتے ہی اس نے بمشکل سنبھلتے ہوئے چہرے پر نقلی مسکراہٹ کو سجایا۔

"آپ لوگ خود ہی اکیلے انجوائے کر رہے ہیں مجھے بھی بلا لیتے۔" وہ حذیفہ کے قریب کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)